داعش اور شریعت

ایک جائزہ

نظرثانی واضافہ جات

فضیلۃ الشیخ مفتی مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

تالیف

مناظرِ اسلام محمد یحیی عارفی حفظہ اللہ

فتنہ تکفیر و خوارج، فتنہ مرجیہ و معتزلہ اور دیگر اہم موضوعات پر قرآن و سنت کی روشنی میں تیار کیا گیا

مکتبہ رد الفتن

کالٹریچر مفت حاصل کرنے کے لیے وزٹ کریں

www.alfitan.com

فہرست

باب اول: خوارج کا تعارف اور چند اہم باتیں

باب دوم: داعش کا تعارف اور چند اہم منہجی غلطیاں

باب سوم: داعش کے نظریات، قیادت اور افعال کا جائزہ

باب چہارم: داعش کے متعلق مختلف فتاوی جات

خلاصہ کلام :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ از

مفتی ابو الحسن مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

اللہ رب العزت نے خیر اور شر دونوں کو پیدا فرمایا اور اس میں اپنے بندوں کی ابتلاء و آزمائش کی۔ عصر حاضر میں بے شمار فتن پیدا ہو چکے ہیں، ایک سادہ لوح آدمی ان فتن کے باعث کئی آزمائشوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا وہ فرمانِ ذی شان صبح صادق کی طرح پورا پورا منطبق ہو رہا ہے جو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت عالیہ میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے فتنوں اور آزمائشوں کا ذکر فرمایا اور بہت تفصیل سے کیا حتی کہ آپ ﷺ نے احلاس کے فتنے کا بھی ذکر کیا تو ایک کہنے والے نے کہا:

یا رسول اللہ! احلاس کا فتنہ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: "بھاگم بھاگ اور قتل و غارت گری۔ پھر مال و زر کی وسعت و فراخی کا فتنہ آئے گا جس کا ظہور میرے اہل بیت سے ایک شخص کے قدموں تلے سے ہو گا، وہ دعوی کرے گا کہ وہ مجھ سے ہے حالانکہ وہ مجھے سے نہیں ہو گا، بلاشبہ میرے ولی اور دوست صرف پرہیز گار لوگ ہیں، پھر لوگ ایک آدمی پر صلح کر لیں گے جیسے کہ سرین پسلی پر ہو (یعنی نامعقول اور نااہل ہو گا جس طرح سرین ایک پسلی پر ٹک نہیں سکتی) پھر ایک فتنہ گھٹاٹوپ اندھیرے جیسا اٹھے گا، اس امت میں سے کوئی نہیں بچے گا مگر اسے اس کا طمانچہ لگ کر ہی رہے گا، پھر جب کہا جائے گا کہ وہ فتنہ سمٹ گیا ہے وہ اور بڑھ جائے گا، آدمی اس میں صبح کرے گا تو مومن ہو گا اور شام کو کافر ہو جائے گا، یہاں تک کہ لوگ دو خیموں میں

تقسیم ہو جائیں گے، ایک ایمان کا خیمہ جس میں کوئی نفاق نہیں ہو گا اور دوسرا نفاق کا خیمہ جس میں کوئی ایمان نہیں ہو گا، جب یہ حالات ہونگے تو دجال کا انتظار کرنا آج آیا یا کہ کل۔۔۔!" [1]

یہ صحیح حدیث متن کے حوالے سے کئی ایک امور پر مشتمل ہے جن میں ایک ابتلاء و آزمائش، اس قدر ایمان کا ضیاع ہو گا کہ بندہ صبح کو مومن ہے تو شام کو کافر۔

ایمان کا تحفظ بہت زیادہ ضروری اور اہم ہے، کئی ایک فتنہ باز، کم علم جاہل لوگوں کے ایمان برباد کر دیتے ہیں اور لوگوں کو شکوک و شبہات میں ڈال دیتے ہیں انہیں فتن میں سے خوارج کا فتنہ ہے جو لوگوں کو ایمان سے نکال کر کفر کی طرف کھینچتا ہے۔ اور ان کی زبان کی آفات سے بڑے بڑے اہل علم بھی محفوظ نہیں رہتے، نہ ہی متقدمین میں سے اور نہ ہی متاخرین میں سے، چند سال قبل بعض "مدعیان علم" نے ایک رسالے میں شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ پر مرجئہ ہونے کا الزام لگا دیا اور مضمون لکھ مارا جس پر پھر اہل علم میں ان کی خوب رسوائی ہوئی۔ اور متقدمین میں امام عبد اللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ سے شیبان نے کہا: یا ابا عبد الرحمن، ما تقول فیمن یزنی و یشرب الخمر ونحو ھذا أمؤمن ھو؟

"اے ابو عبد الرحمن! تم اس آدمی کے بارے کیا کہتے ہو جو زنا کرتا ہے اور شراب وغیرہ پیتا ہے، کیا وہ مؤمن ہے؟ عبد اللہ بن المبارک نے کہا: " لاأخرجه من الايمان"، میں اسے ایمان سے خارج نہیں کرتا۔

شیبان کہنے لگا: علی کبر السِن صِرت مرجئاً، کیا تم بڑھاپے میں مرجئہ ہو گئے ہو؟ تو اسے عبد اللہ بن مبارک نے کہا: یا ابا عبد اللہ ان المرجئة لا تقبلنی انا اقول

---

[1] [سنن ابی داؤد کتاب الفتن والملاحم باب ذکر الفتن و دلائلها رقم الحدیث (4242) مسند احمد 133/2 ط قدیم ، 309/10-310 رقم (6168) ط۔ مؤسسة الرساله ، المستدرک علی الصحیحین للحاکم 466/4-467 وصححه و وافقه الذهبی فی التلخیص۔ شرح السنه 19/15 (4226) ط۔ المکتب الاسلامی]

الایمان یزید والمرجئة لا تقول ذلک والمرجئة تقول حسناتنا متقبلة ، وانا لا اعلم تقبلت منی حسنة

''اے ابو عبد اللہ بلا شبہ مرجئہ مجھے قبول نہیں کرتے ، میں کہتا ہوں: ایمان بڑھتا ہے ، جبکہ مرجئہ یہ نہیں کہتے اور مرجئہ کہتے ہیں: ہماری نیکیاں درجہ قبولیت پر فائز ہیں جبکہ میں نہیں جانتا کہ مجھ سے قبول کی جائیں گی۔۔۔!'' [2]

لہذا یہ خوارج اہل السنہ کے علماء پر مرجئہ ہونے کا طعن کرتے رہتے ہیں اور یہ ان کا پرانا طرز عمل ہے۔

امام حرب بن اسماعیل الکرمانی (المتوفی 270ھ) فرماتے ہیں:

وأما الخوارج فإنهم يُسَمُّونَ أهل السنة والجماعة مرجئة وكذبت الخوارج فی قولهم بل هم المرجئة [3]

''بہر حال خوارج اہل السنہ والجماعہ کو مرجئہ قرار دیتے ہیں اور وہ اپنے قول میں جھوٹے ہیں بلکہ وہی مرجئہ ہیں۔''

معلوم ہوا کہ خوارج کا فتنہ علمائے امت پر طعن و تشنیع سے نہیں چوکتا اور عوام الناس کو اپنے دامن تزویر میں پھانسنے کا کردار ادا کرتا ہے۔ عصر حاضر میں خوارج کے افراخ کئی ایک ناموں پر تقسیم ہیں جن میں سے داعش کا نام اس وقت سر فہرست ہے اور امت کی ہلاکت وتباہی کا باعث ہے۔

الحمد للہ کتاب و سنت کے علوم سے مرصع علمائے امت نے ہر موڑ پر اسلام کا دفاع کیا اور باطل پرستوں کے بطلان کو واضح کیا اور امت مسلمہ کی صحیح نہج پر راہنمائی کی اور اسی سلسلہ ذھبیہ کی کڑی ہمارے فاضل بھائی حافظ یحیی عارفی ہیں جنہوں نے اس فتنے کی سرکوبی کے لئے قلم اٹھایا اور ان کے خبایا وزاویا کو دلائل وبراہین سے خوب کھولا اور امت کی

---

(2) مسند اسحٰق بن راھویه 79/2 ط۔ دار التاصیل

(3) السنة (117) ص 64 بتحقیق ابی عبد الله عادل بن عبد الله آل حمدان

راہنمائی کرتے ہوئے خوارج کی، خیبت و خسران سے لبریز برتن کو انڈیل کر رکھ دیا اور جو ان کی وادی کے ناکارہ پتھر بنے جارہے تھے ان کے لئے مینارہ نور ثابت ہوئے۔

یہ کتاب **"داعش اور شریعت، ایک جائزہ"** داعش کے بارے جہاں **معلومات** کا خزینہ ہے وہاں ان کے رد پر دلائل و براہین کا زرینہ بھی ہے اللہ رب العزت اس کو گمراہانِ جادہ مستقیم کے لئے نجات کا سفینہ اور توشہ آخرت کا دفینہ بنائے اور ہمارے اس عظیم نگینہ کی حفاظت و صیانت فرمائے اور دشمنوں کے شر سے محفوظ فرمائے اور ہر موڑ پر اللہ ان کا حامی و ناصر ہو اور مزید علو ہمتی عطا کرے

آمین یارب العالمین۔

ابو الحسن **مبشر احمد ربانی** عفا اللہ عنہ

مقدمہ

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس کا شکر ادا کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ جب ہم اس کی پہلی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں تو وہ اس کے نتیجے میں اپنی مزید نعمتیں ہمیں عطا فرماتا ہے جس کے باعث ہم پر یہ لازم ہو جاتا ہے کہ ہم اس کا مزید شکر ادا کرتے چلے جائیں۔

اللہ تعالیٰ جس قدر عظمتوں کا مالک ہے، اور جیسے اس نے اپنے بارہ میں بیان کیا ہے، اس کی صفات کو بیان کرنے والے اس کی گہرائی کو نہیں پا سکتے ۔ وہ مخلوق کی بیان کی ہوئی صفات سے بلند و بالا ہے۔

میں اس کی ایسی حمد کرتا ہوں جیسی اس کے باعزت چہرے اور بلند شان کے لائق ہے۔ میں اس سے اس شخص کی طرح مدد چاہتا ہوں کہ جس کو یقین ہوتا ہے کہ اس کی توفیق کے بغیر نیکی کا کام کیا جا سکتا ہے، نہ برائی سے بچا جا سکتا ہے۔

میں اس سے اس ہدایت کا طلب گار ہوں جو بطور انعام جسے مل جائے، وہ کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا۔ میں اس سے اپنے اگلے پچھلے سارے گناہوں کی مغفرت اس بندے کی طرح چاہتا ہوں جس کو اپنی عاجزی کا اقرار ہے اور جس کو یقین ہے کہ اُس کے علاوہ نہ کوئی گناہوں کو بخشتا ہے اور نہ اِس سے نجات دے سکتا ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔[4]

حمد و صلاۃ کے بعد!

---

(4) الرسالة للإمام محمد بن ادريس الشافعي رحمۃ اللہ علیہ، ص: 8

یقیناً اللہ سبحانہ وتعالیٰ جانتے ہیں کہ بنی آدم میں اختلاف وافتراق بہت ہے۔ ان کی عقلیں اور اخلاق باہم مختلف ہیں کیونکہ یہ مختلف مزاج لے کر پیدا ہوتے ہیں اور اپنے انہی افکار ونظریات کے اختلاف کے ذریعہ آزمائے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رسولوں کو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا جو انسانوں کے لیے ہدایت اور گمراہی کے راستوں کو واضح کرنے والے تھے۔ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حق کو واضح کرنے والی کتاب بھی نازل فرمائی تاکہ وہ لوگوں میں ان باتوں کا فیصلہ کر دے، جن میں انہوں نے اختلاف کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو دین میں فرقہ بندی سے بچانے کے لیے کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا۔ اور اختلاف کے وقت انہیں کتاب اللہ اور رسول مُبِین (یعنی حق واضح کرنے والے) کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب دی۔ پھر اس کے بعد انہیں ان دقیق علمی فروعات میں معذور قرار دیا جن میں وہ باہم اختلاف رکھتے ہیں کیونکہ ان کا پتہ چلانا آسان نہیں ہوتا اور نہ ان میں اختلاف نقصان دہ ہوتا ہے۔

دنیا وآخرت کے بارے میں درست بات کو معلوم کرنے کے لیے انسانوں باہمی غور وفکر اور مشاورت کی ترغیب دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ لوگوں کے بارے میں فرمایا: ﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠﴾

اور ان کے کام باہمی مشورہ سے طے پاتے ہیں۔ [الشوری: 38]

اسی طرح ان لوگوں سے جھگڑے اور لڑائی کا حکم دیا جو سیدھے راستہ سے منحرف ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ اور مؤمنوں کو اچھے اندازِ بیان کو اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ﴾

اور ان سے ایسے طریقہ سے مباحثہ کیجئے جو بہترین ہو۔ [النحل: 125]

اور ناپسندیدہ انداز بیان سے روکتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ڰ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ﴾

(اے مسلمانو!) اہل کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر ایسے انداز سے جو بہتر ہو۔ [العنکبوت: 46]

چنانچہ ائمہ اسلام اسی قاعدے پر عمل پیرا کرتے ہوئے کئی خواہش پرست گمراہ لوگوں سے بحث کرتے رہے یہاں تک انہیں سیدھے راستہ پر لے آئے۔

مثال کے طور پر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا دائرہ اطاعت سے نکلنے والے خارجیوں سے مباحثہ ہے حتیٰ کہ ان میں سے اکثر نے مذہب الخوارج چھوڑ کر دوبارہ صحیح عقیدہ و منہج اختیار کر لیا۔ اسی طرح گزشتہ دور کے بہت سے بزرگوں کے، مختلف قسم کے بدعتی، شبہات کا شکار اور یقین سے دور افراد سے مناظرے ملتے ہیں، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے انسانوں کو ہدایت دی، حق کا اعلان اور بول بالا ہو گیا اور بدعتیوں کے ایجاد کردہ اقوال وافعال کا خاتمہ ہو گیا۔[5]

اس پر فتن دور میں بدعتی گروہ خوارج ایسا فتنہ اور ہے جو امت مسلمہ کو دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے۔ عصر حاضر میں یہ فتنہ داعش اور دیگر کئی دوسری تکفیری تنظیموں کی شکلوں میں موجود ہے۔ خوارج مسلمانوں کے اندر ظاہر ہونے والا وہ فرقہ ہے جس کے بارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے زیادہ متنبہ فرمایا۔ احادیث میں انکی نشانیاں کثرت سے بیان ہوئی ہیں۔ ان خوارج کے بانی مبانی ذوالخویصرہ نے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک کے عدل پر اعتراض کر دیا تھا۔ اسی ذوالخویصرہ کی نسل سے خوارج نکلے۔ جن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں صحابہ کرام نے قتال کیا۔ عصر حاضر میں داعش اسی فتنے کا ایک تسلسل ہے۔ خلافت کی دعویدار اور مسلمانوں کے خون کی پیاسی اس جماعت میں خوارج کی صفات پائی جاتی ہیں۔

اس کتاب میں اردو قارئین کیلئے داعش اور خوارج پر لکھی گئی مختلف علماء کی کتب سے استفادہ کرتے ہوئے اس جماعت کے متعلق معلومات اکٹھی کی گئی ہیں تاکہ اس

---

(5) تنبیہ الرجل العاقل علی تمویہ الجدل الباطل لابن تیمیہ: 1/ 4 - 3

فتنہ سے متنبہ رہا جا سکے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور کے قدیم خوارج اور داعش کے جدید خوارج میں موازنہ کو واضح کیا گیا ہے۔

الحمد للہ اس کتاب کے پہلے ایڈیشن کو بڑی پزیرائی حاصل ہوئی اب یہ دوسرا ایڈیشن بھی حاضر ہے۔ جہاں کہیں کوئی سقم یا کمپوزنگ کی غلطیاں باقی تھیں، انہیں دور کر دیا گیا ہے لیکن پھر بھی انسان غلطیوں کا پتلا ہے، اگر کوئی غلطی باقی رہ گئی ہو تو اہل علم ضرور راہنمائی فرمائیں۔

میں یہاں ذی وقار استاذ محترم مفتی مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ کا تہ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے موضوع کی حساسیت اور اہمیت کے پیشِ نظر دوسرے ایڈیشن کے لئے دوبارہ بغور نظر ثانی فرمائی اور کتاب میں کئی جگہ اہم اضافہ جات بھی کیے جس سے کتاب کی چاشنی اور بھی مزید بڑھ گئی۔ اللہ کریم استاد محترم کا سایہ ہمارے سروں پہ تادیر قائم و دائم رکھے۔ آمین

کتاب کو آسان اور قارئین کے لئے افادیت کو یقینی بنانے کے لئے میں نے چار ابواب پر تقسیم کیا؛

باب اول: خوارج کا تعارف اور چند اہم باتیں

باب دوم: داعش کا تعارف اور چند اہم منہجی غلطیاں

باب سوم: داعش کے نظریات، قیادت اور افعال کا جائزہ

باب چہارم: داعش کے متعلق مختلف فتاوی جات

اللہ عزوجل سے دعا گو ہوں کہ یا اللہ مسلمانوں کو فتنوں سے محفوظ فرما اور اس محنت کو بارگاہ رحمت میں قبول و منظور فرما۔ آمین۔

احقر العباد
محمد یحیی عارفی

باب اول

خوارج کا تعارف اور چند اہم باتیں

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا خوارج سے مناظرہ:

امام معمر بن راشد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب «الجامع لمعمر بن راشد: یہ کتاب مصنف عبد الرزاق میں ہی موجود ہے، اس کی حدیث نمبر: 18678» میں لکھتے ہیں کہ ہمیں عبد الرزاق نے عکرمہ بن عمار سے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابوزمیل حنفی، جو کہ نجدہ خارجی [6] کا عقیدت مند تھا، نے بیان کیا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب حروری [7] علیحدہ ہوئے اور اور انہوں نے ایک خاص نظریہ اپنایا، تب ان کی تعداد چھ

---

(6) اس کا مکمل نام نجدہ بن عامر تھا۔ یہ خوارج کا ایک بڑا سردار تھا۔ (الاشتقاق لابن دُرَید، ص: 437) امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تاریخ اسلام: 2/727 میں اس کے حالات زندگی لکھے ہیں اور اس کا سن وفات 69ھ لکھا ہے۔

(7) خوارج کو ہی حروری کہتے ہیں۔ دراصل حروراء عراق کے شہر کوفہ میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں سے انہوں نے بغاوت کا آغاز کیا تھا۔ مسلمان ان کے گمراہ ہونے پر متفق تھے اور یہ دین میں بڑے متشدد تھے۔ (التوضیح بشرح الجامع الصحیح لابن المُلَقِّن: 110/5)

ان کی مذمت میں بہت سی احادیث اور آثار ملتے ہیں جو صحابہ اور بعد کے لوگوں سے مروی ہیں۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب البدایہ والنہایہ: 10/592 میں ان کے بارے میں منقول بہت سا مواد جمع کر دیا ہے۔ مزید دیکھیے: شرح سنن ابن ماجه للعلامة مغلطاي: 873/1 والأنساب للسمعاني: 13/4۔ خوارج کے بارے میں لکھنے والے مصنفین کے بارے میں جاننے کے لیے دیکھیے: فتح الباري لابن حجر: 285/12

ہزار (6000) تھی۔ یہ لوگ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف بغاوت پر متفق تھے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آتے اور انہیں کہتے: ”امیر المؤمنین! خارجی آپ کے خلاف بغاوت کرنے کے لیے پر تول رہے ہیں۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ جواب دیتے: ”انہیں خروج کرنے تک کچھ نہ کہو کیونکہ میں ان سے اس وقت تک جہاد نہیں کروں گا جب تک وہ لڑائی کا آغاز نہ کریں اور عنقریب وہ ضرور ایسا کریں گے۔“

اس وقت خوارج مسلمانوں سے علیحدہ ہو کر ایک گھر میں جمع تھے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس ظہر کے وقت گیا اور انہیں کہا: ”امیر المؤمنین! نماز کو تھوڑا تاخیر سے پڑھایئے گا تاکہ میری جماعت چھوٹ نہ جائے۔ میں ان لوگوں سے بات چیت کرنے کے لیے جارہا ہوں۔“

علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ”مجھے خطرہ ہے کہ کہیں وہ آپ کو نقصان نہ پہنچائیں۔“

میں نے کہا: ”ان شاء اللہ، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔“ میں اچھے اخلاق کا مالک تھا، کسی کو تکلیف نہ دیتا تھا۔

چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مجھے جانے کی اجازت دے دی۔ میں نے بقدر استطاعت سب سے اچھا یمنی لباس پہنا اور بال سنوارے۔

ابو زمیل راوی کہتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بہت خوبصورت اور وجیہہ انسان تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ان کے پاس پہنچا تو کچھ لوگ کھانا کھا رہے تھے اور کچھ قیلولہ کر رہے تھے۔ یہ عین دوپہر کا وقت تھا۔ میں نے عبادت الٰہی میں ان سے زیادہ محنتی کوئی قوم کبھی نہیں دیکھی۔ ان کے ہاتھوں اور گھٹنوں پر اونٹ کے زمین پر لگنے والے

اعضاء کی طرح گٹھے پڑے ہوئے تھے اور ماتھے پر سجدوں کی کثرت کی وجہ سے محرابیں بنی ہوئی تھیں۔ ان کی قمیصیں پسینہ سے تر بتر، شلواریں ٹخنوں سے اوپر[8] اور چہرے سے شب بیداری کے آثار نمایاں تھے۔[9]

میں نے پہنچ کر سلام کیا۔

انہوں نے کہا: ''ابن عباس، خوش آمدید! کس لیے تشریف لائے ہیں اور یہ خوبصورت لباس کیوں پہن رکھا ہے؟''

میں نے کہا: ''اس لباس کی وجہ سے مجھ پر اعتراض کر رہے ہو؟ حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو تو اس سے بھی اچھے لباس پہنے دیکھا ہے۔ اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: [10] ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ﴾

آپ ﷺ ان سے پوچھئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے جو زینت اور کھانے کی پاکیزہ چیزیں پیدا کی ہیں، انہیں کس نے حرام کر دیا؟ [الأعراف: 32]

کہنے لگے: ''اچھا، یہ فرمایئے کہ کیونکر تشریف آوری ہوئی؟''

---

(8) یاد رہے کہ ہر وہ شخص جس میں یہ صفات پائی جاتی ہوں وہ خارجی نہیں ہوتا۔ مزید وضاحت کے لئے اسی کتاب کا صفحہ نمبر 91 ملاحظہ کیجیے۔

(9) ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک مرتبہ خوارج کی کثرت عبادت وریاضت کا تذکرہ ہوا تو فرمانے لگے: ''یہ لوگ یہود و نصاریٰ سے زیادہ عبادت الٰہی میں محنت نہیں کر رہے، جبکہ وہ بھی گمراہ تھے۔'' (مصنف ابن أبي شيبة: 37901، مصنف عبد الرزاق: 18665، الشريعة للآجري: 46، اللالكائي: 2315)

(10) یعنی یہ آیت مباح زینت کی حِلّت بتانے کے لیے نازل ہوئی ہے تو کیسے تم اس کی مخالفت کرتے ہو اور اسے حرام ٹھہراتے ہو؟

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اس آیت میں ان لوگوں کا رد ہے جو عمدہ لباس پہننے سے اجتناب کو تقویٰ سمجھتے ہیں۔'' (الإكليل في استنباط التنزيل، ص: 128)

میں نے کہا: ”میں مہاجرین وانصار اور دامادِ رسول کی طرف سے آیا ہوں اور تمہیں اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کے بارے میں بتانے آیا ہوں کہ وہ کیسی عظیم ہستیاں ہیں کہ ان کی موجودگی میں وحی نازل ہوئی، انہی کے بارے میں ہوئی اور وہ اس کی تفسیر کو تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ تمہارے اندر ان میں سے کوئی نہیں ہے۔ میں تمہارے پاس اس لیے آیا ہوں تاکہ ان کا پیغام تم تک پہنچاؤں اور تمہارا پیغام ان تک پہنچاؤں۔“

یہ سن کر بعض حاضرینِ مجلس وہاں سے چل دیے۔ کچھ کہنے لگے: ”قریشیوں سے نہ جھگڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ﴾ ”بلکہ یہ تو ہیں ہی جھگڑالو قوم۔“ [الزخرف: 58]

لہٰذا ان سے بات ہی نہ کرو۔“

لیکن ان میں سے ایک گروہ میرے پاس آیا اور ان میں سے دو تین آدمی کہنے لگے: ”اللہ کی قسم! ہم ضرور اس سے بات کریں گے اور اس کی کہی ہوئی باتوں پر غور وفکر کریں گے۔“

میں نے پوچھا: ”بتاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد، داماد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے اسلام لانے والے پر تمہیں کیا اعتراض ہے؟ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مہاجرین وانصار صحابہ انہی کے ساتھ ہیں۔“

کہنے لگے: ”ہمارے ان پر تین اعتراض ہیں۔“

میں نے کہا: ”بتاؤ کون کون سے ہیں؟“

کہنے لگے:

① انہوں نے دین کے معاملہ میں انسانوں کو ثالث مانا حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ﴾

حکم تو صرف اللہ ہی کا ہے۔ [الأنعام: 57]

اللہ کے اس فرمان کے بعد لوگوں کا فیصلہ سے کیا تعلق؟!

② انہوں نے لڑائی کی اور قتل کیا لیکن نہ کسی کو قیدی بنایا، نہ مال غنیمت حاصل کیا۔ اگر مخالفین کفار تھے تو انہیں قید کرنا اور ان کا مال لوٹنا حلال تھا۔ اور اگر وہ مؤمن تھے تو ان سے لڑنا ہی حرام تھا۔" ایک روایت کے مطابق انہوں نے کہا: "اگر وہ مؤمن تھے تو پھر ہمارے لیے ان سے لڑنا اور مارنا حلال اور قیدی بنانا حرام کیوں کیا؟"

③ اپنے آپ کو امیر المؤمنین کہلوانے سے روک دیا۔[11] اگر وہ مؤمنوں کے امیر نہیں ہیں تو پھر لامحالہ کافروں کے امیر ہیں۔"

میں نے پوچھا: "اور بھی کوئی اعتراض ہے؟"

کہنے لگے: "اتنے ہی کافی ہیں۔"

میں نے کہا: "اچھا، یہ بتاؤ کہ اگر میں تمہارے سامنے قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھوں یا نبی کریم ﷺ کی سنت تمہیں بتاؤں، جو تمہارے ان اعتراضات کو باطل کر دے، تو تسلیم کر لو گے اور اپنے موقف سے رجوع کر لو گے؟"

کہنے لگے: "کیوں نہیں! رجوع کیوں نہیں کریں گے بھلا؟!"

میں نے کہا: "جہاں تک تمہارے پہلے اعتراض کا تعلق ہے کہ "دین کے معاملہ میں لوگوں کو ثالث مانا" تو اللہ تعالیٰ نے ایک خرگوش کی قیمت یعنی چوتھائی درہم کے معاملہ میں بھی لوگوں کو ثالث مقرر فرمایا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ ۚ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ﴾

اے ایمان والو! تم حالت احرام میں شکار نہ مارو۔ اور جس نے جان بوجھ کر شکار مارا تو اس کا بدلہ مویشیوں میں سے اسی شکار کے ہم پلہ جانور ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں۔ [المائدة: 95]

---

(11) یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس وقت کیا تھا جب ان کے اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان تحکیم کی دستاویز لکھی جا رہی تھی۔ مزید تفصیل کے لیے البداية والنهاية لابن كثير: 557/10 ملاحظہ فرمائیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے بارے میں فرمایا: ﴿ وَاِنۡ خِفۡتُمۡ شِقَاقَ بَیۡنِہِمَا فَابۡعَثُوۡا حَکَمًا مِّنۡ اَہۡلِہٖ وَحَکَمًا مِّنۡ اَہۡلِہَا ۚ ﴾

اور اگر تمہیں زوجین کے باہمی تعلقات بگڑ جانے کا خدشہ ہو تو ایک ثالث مرد کے خاندان سے اور ایک عورت کے خاندان سے مقرر کرلو۔ [النساء: 35]

مذکورہ بالا آیات بینات میں اللہ تعالیٰ لوگوں کے فیصلہ کو جائز قرار دیا ہے اور اسے محفوظ اور جاری وساری طریقہ بنایا ہے۔

میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں: بتاؤ! لوگوں کی جانیں بچانے اور ان کی آپس میں صلح کے وقت لوگوں کے فیصلے کی زیادہ ضرورت ہے یا چوتھائی درہم کی قیمت رکھنے والے خرگوش اور عورت کے شادی بیاہ اور طلاق کے معاملات میں؟ کس کو افضل سمجھتے ہو؟

کہنے لگے: ”یقیناً لوگوں کی جانوں کو بچانا اور آپس میں صلح کروانا ہی افضل ہے۔“

میں نے پوچھا: ”پہلے اعتراض کا تسلی بخش جواب مل گیا؟“

کہنے لگے: ”بے شک۔“

میں نے کہا: ”جہاں تک تمہارے دوسرے اعتراض کا تعلق ہے کہ ”مخالفین سے لڑائی تو کی لیکن نہ قیدی بنایا، نہ مال غنیمت حاصل کیا۔“[12] تو بتاؤ! کیا اپنی والدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو قیدی بنانا پسند کرتے ہو؟ کیا اسے بھی ایسے ہی لونڈی بنا کر رکھنا جائز سمجھتے ہو جیسے دوسری لونڈیوں کو؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو تم کافر ہو۔

اگر یہ سمجھتے ہو کہ وہ مؤمنوں کی ماں نہیں ہے تو تب بھی تم کافر ہو اور دائرہ اسلام سے خارج ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ وَاَزۡوَاجُہٗۤ اُمَّہٰتُہُمۡ ؕ ﴾

---

(12) خارجیوں کا اشارہ جنگ جمل کی طرف تھا جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھیوں میں ہوئی تھی۔ مزید تفصیل کے لیے عمدة القاري للعيني: 204/24 ملاحظہ فرمائیں۔

بلاشبہ نبی ﷺ مومنوں کے لئے ان کی اپنی ذات سے بھی مقدم ہیں اور آپ ﷺ کی بیویاں مؤمنوں کی مائیں ہیں۔ [الأحزاب : 6]

اب تم دو گمراہیوں کے درمیان لٹکے ہوئے ہو۔ جس کو چاہو، اختیار کرلو۔ تم لوگ گمراہی کے گہرے غار میں دھنس چکے ہو۔ جاؤ نکلنے کا کوئی راستہ تلاش کرو۔

تمہارا یہ اعتراض بھی ختم ہوا؟"

وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کر کہنے لگے: "جی ہاں!"

میں نے کہا: "جہاں تک تمہارے اس اعتراض کا تعلق ہے کہ "سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے نام کے ساتھ امیر المؤمنین نہیں لکھوایا" تو آؤ! میں تمہیں تمہاری پسندیدہ شخصیت کا حوالہ دیتا ہوں۔ دیکھو رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے موقع پر قریش سے اس بات پر صلح کی کہ ان کے درمیان ایک معاہدہ ہو جائے۔ سہیل بن عمرو اور ابوسفیان نے یہ معاہدہ لکھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لکھو: "یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے۔" وہ کہنے لگے: "اگر ہم یہ مانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو کبھی بھی آپ کو بیت اللہ سے روکتے، نہ آپ سے لڑائی کرتے۔ لہٰذا محمد بن عبد اللہ لکھوائیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی قسم! یقیناً میں اللہ کا سچا رسول ہوں، اگرچہ تم مجھے جھٹلاتے ہو، لیکن خیر! علی! محمد بن عبد اللہ لکھو۔"

تو رسول اللہ ﷺ تو علی رضی اللہ عنہ سے بدرجہا بہتر ہیں۔ آپ ﷺ نے جب "رسول اللہ" کا لفظ نہ لکھوایا تو ایسا ہرگز نہیں ہوا کہ نعوذ باللہ آپ ﷺ نبی نہ رہے ہوں۔

یہ اعتراض بھی ختم ہوا؟"

کہنے لگے: "جی ہاں۔"

یہ گفتگو سن کر بیس ہزار خارجیوں نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا اور مسلمانوں کی صفوں میں آ گئے۔ باقی چار ہزار رہ گئے جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف خروج کیا اور سبھی اسی گمراہی میں مارے گئے۔ مہاجرین وانصار نے انہیں جہنم واصل کیا۔[13]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مناظرہ کے مصادر:

السنن الکبریٰ للنسائی: 8522، الجلیس الصالح للمعافی النہروانی: 181/1، المعجم الكبير للطبراني: 10598، حلية الأولياء لأبي نعيم الأصبهاني: 318/1، جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البر: 1834، المستدرك للحاكم: 2656، السنن الکبریٰ للبیہقي: 16740، المعرفة والتاريخ للفسوي: 522/1، الأحاديث المختارة للضياء المقدسي: 437، تلبيس إبليس لابن الجوزي، ص: 837، المنتظم في تاريخ الملوك والأمم لابن الجوزي: 530/8، بطریق عکرمہ بن عمار از ابو زمیل از ابن عباس رضی اللہ عنہ

ابن زَنْجُوِیَہ نے اپنی کتاب الأموال: 655، میں اس کے کچھ حصہ بیان کیے ہیں۔

اس کے علاوہ امام احمد نے اپنی مسند: 3187، اور امام ابو داؤد نے اپنی سنن: 4037، میں ابتدائی باتوں کو مختصراً بیان کیا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب منہاج السنہ: 8/530 پر اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔[14]

---

(13) روایات میں خوارج کی تعداد میں اختلاف منقول ہے لیکن یہ ایسا اختلاف ہے جس سے روایت کی صحت پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

(14) مسند أحمد: 667 وغیرہ میں سیدنا عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ کی روایت اس قصہ کا شاہد ہے جس کی سند کو امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب البدایہ والنہایہ: 568/10 پر صحیح قرار دیا ہے۔

روابط چھوٹنے کا خطرہ:

اس عجیب و غریب واقعہ میں بہت سے قیمتی فوائد موجود ہیں۔ سب کو یہاں بیان کرنا دشوار ہے۔ لیکن چند اہم فوائد، جن کا جاننا بہت ضروری ہے، چار ہیں:

① انفرادی تعلقات چھوٹ جانے کے خطرے کا بیان:

تعلقات ختم ہونے کا اثر برے نتائج اور شخصی لڑائیوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور ان سب چیزوں کا اثر انسان کے کردار اور معاملات پر ہوتا ہے۔

اولین خوارج کے انحراف کا سبب بھی روابط و تعلقات کا چھوٹنا، علمی بحث کی حقیقت سے دوری اور علماء سے تعلق کا خاتمہ تھا۔

یہ چیزیں حقیقت میں انفرادی اور اجتماعی بگاڑ اور فساد کی اصل وجہ ہیں، جیسا کہ ہم دیکھ اور سن رہے ہیں۔

② علم کی اہمیت اور علماء کی فضیلت:

علماء کی فضیلت اور علم کی اہمیت و ترغیب کے بارے میں بہت سی آیات واحادیث موجود ہیں۔

اگر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ شرعی علم اور فہم دین نہ ہوتا تو مناظرہ کا انجام الٹ ہوتا اور خوارج کی اکثریت اپنے گمراہانہ عقائد پر ڈٹی رہتی اور وہ کبھی توبہ کرتے، نہ مسلمانوں کی جماعت میں واپس آتے۔

لہٰذا علم ہی سب سے عظیم بنیاد اور سب سے بڑی روشنی ہے۔[15]

---

(15) صيد الخاطر لابن جوزي، ص: 113

③ جہالت کی مذمت اور اس کے بُرے اثرات:

خوارج کے اعتراضات، اشکالات اور ان کی جماعت سے علیحدگی ، ان سب کی بنیادی وجہ وہ جہالت تھی جس نے ان میں اور ان کے سرداروں میں پنجے گاڑر کھے تھے۔ اگر وہ جہالت کی برائی کی حقیقت کو سمجھ لیتے تو اکثر بلکہ ان تمام باتوں سے منہ پھیر لیتے، جن میں وہ مشغول رہتے تھے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ جہالت ہی سب سے بڑی موت ہے۔[16]

④ حق کی فضیلت اور اس کی طرف پلٹنے کا مقام ومرتبہ:

جب خوارج نے تعصب کی پٹی اتار کر ترجمان القرآن، حِبر الأمۃ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے دلائل وبراہین سنے تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہزاروں افراد کو ہدایت عطا فرمادی۔ اور تعصب کی عینک نہ اتارنے والوں کا دنیا وآخرت میں خسارہ مقدر بنا۔

لہٰذا جو شخص ثابت شدہ حق کی پیروی سے صرف اپنی خواہشِ نفس کی وجہ سے منہ پھیرتا ہے تو اس کے نتیجہ میں جہالت اور ضلالت اس کا مقدر بن جاتی ہے اور پھر واضح حق کو سمجھنے سے بھی اس کا دل عاری ہو جاتا ہے۔[17]

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اس سے محفوظ فرمائیں۔

---

(16) مجاني الأدب في حدائق العرب: 133/2

(17) التحفة العراقية في الأعمال القلبية لابن تيمية،ص: 39

باب دوم

داعش کا تعارف اور چند اہم منہجی غلطیاں

(1) عراق فتنوں کی سرزمین

یاد رہے عراق ہمیشہ سے ہی فتنوں کی سرزمین ہونے کے حوالے سے معروف رہی ہے۔ اور اس پر کئی احادیث دلالت کرتی ہیں۔ خوارج کا پہلا فتنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت، اور سبائی فرقہ روافض کا فتنہ بھی اسی عراق سے اٹھا۔ داعش کا اس سرزمین عراق سے اٹھنا انہی فتنوں کا تسلسل ہے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ : هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ ، وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ [18]

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عراق سے زلزلے اور فتنے اٹھیں گے اور شیطان کا سینگ بھی یہیں سے طلوع ہو گا۔"

عن النواس مرفوعا: ((إنه خارج خلة بين الشام والعراق فعاث يمينا وعاث شمالا يا عباد الله فاثبتوا)) [19]

نواس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ دجال شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا۔ اور اس کے دائیں بائیں فساد برپا کرے گا۔ اے اللہ کے بندو تم ثابت قدم رہنا!

---

(18) صحیح البخاري :1037

(19) صحيح مسلم، رقم الحديث 2937

(2) داعش کا ظہور کیسے ہوا؟

ابتدائی طور پر جس بات کو جاننا بہت ضروری ہے ، وہ یہ ہے کہ داعش کا جب اعلانیہ طور پر ظہور ہوا تھا تو یہ عراق اور شام کے صرف چند محدود علاقوں میں تھے۔ یہ دونوں ممالک ایک لمبے عرصہ سے افتراق وانتشار بلکہ خانہ جنگی کا شکار ہیں، جیسا کہ سبھی جانتے ہیں۔ یہاں کوئی امن وامان نہیں ہے۔

اس اعتبار سے داعش کا ظہور ان حالات میں واقعتاً نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کے عین مطابق ہے جو آپ ﷺ نے خوارج کے بارے میں فرمایا تھا کہ "وہ لوگوں کے باہمی اختلاف کے وقت ظاہر ہوں گے۔"[20]

اس کے بالمقابل آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ "لوگوں کے اختلاف کے وقت حق کو جاننے والے زیادہ علم والے ہوں گے۔"[21]

ہم ایسا بننے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اسلامی تاریخ کی سب سے اہم دہائی ، تیس سے چالیس ہجری، جس میں اہل سنت کو خوارج کی سختی، گمراہی اور برے افعال کا سامنا کرنا پڑا، اسی ضمن میں وہ 37ھ ہجری کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اگر یہ خارجی قوت پکڑ جاتے تو عراق وشام سمیت ساری زمین کو برباد کر کے رکھ دیتے۔ نہ کسی بچے، بچی کو چھوڑتے اور نہ کسی مرد وعورت کو۔ کیونکہ ان کے نزدیک سب لوگ اتنے بگڑ چکے تھے کہ انہیں ٹھیک کرنے کے لیے سوائے سب کے مجموعی قتل کے اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔"[22]

---

(20) اس حدیث کو ابن ابی عاصم نے اپنی کتاب السنۃ: 923، ابن ابی شیبہ نے مصنف: 37932 اور ابن عبد البر نے التمہید: 23 / 331 میں سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

(21) یہ روایت اپنی دو سندوں کی بناء پر حسن ہے جیسا کہ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب التعليقات الرضية على الروضية الندية (150/2) میں فرمایا ہے۔

(22) البداية والنهاية لابن كثير: 584/10

اگر داعش کو دیکھا جائے تو ان کی یہ بات آج حرف بحرف مکمل طور پر مجسم ہو کر سامنے آچکی ہے۔

(3) ہم داعش کی تکفیر نہیں کرتے:

ہم داعش [23] کو کافر قرار نہیں دیتے، ان پر ملت سے نکلنے اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا حکم نہیں لگاتے۔ اگرچہ انہوں نے کثرت سے اپنے مخالفین کی تکفیر کرتے ہوئے انہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ [24]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہماری اس بات کا مؤید ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اہل علم و سنت اپنے مخالفین کی تکفیر نہیں کرتے، اگرچہ مخالفین ان کی تکفیر کرتے ہیں۔“

اس کے علاوہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب منہاج السنة النبوية: 260/7 میں اس بات کا واضح اقرار کرنے کے باوجود کہ خوارج ”گمراہ، جاہل اور جماعت سے خارج تھے“ اسی کتاب میں 5 / 241 پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اتفاق نقل کیا ہے کہ خوارج دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد نہیں تھے۔

---

(23) اس تنظیم کا یہ لقب اب ہر جگہ معروف ہو چکا ہے۔ دراصل یہ اس تنظیم کے مکمل نام کا مخفف ہے۔ مکمل نام ہے: ”الدولة الإسلامية في العراق والشام“ الدولہ سے ”د“، اسلامیہ سے ”الف“ عراق سے ”ع“ اور شام سے ”ش“ لے کر ”داعش“ بن گیا ہے۔

انگلش میں مکمل نام ہے: ”Islamic State in Iraq and Syria“ جس کا مخفف ”ISIS“ ہے۔

(24) داعش نے کئی جماعتوں کو کافر قرار دیا جن میں سرفہرست لشکر طیبہ، افغان طالبان، احرار الشام اسی طرح صدر مرسی کو بھی کافر اور مرتد قرار دیا۔

(4) دلوں کے راز صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں:

میں یہاں پر یہ بات بھی بالکل واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ داعش سے ہمارا جو بھی بحث مباحثہ ہے، وہ ان کی عقلوں، سوچنے کے ڈھنگ اور افکار و نظریات کے راہِ اعتدال سے ہٹ جانے پر اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی بہت بڑی آزمائش پر ہے۔ ان کی نیتوں اور دل میں پوشیدہ باتوں سے ہمیں کوئی بحث نہیں ہے۔ کیونکہ دلی باتوں کو تمام غیبی باتوں کو جاننے والے صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ لہٰذا ہم ان کی نیتوں میں شک کرتے ہیں، نہ ان کے پوشیدہ رازوں کے درپے ہوتے ہیں۔

اگرچہ وہ ہماری کھلی مخالفت کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہم پوری کوشش کریں گے کہ ان سے ہمارا معاملہ ویسا ہی رہے جیسا کہ جلیل القدر صحابی اور دوسرے خلیفہ راشد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: "جو تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے، اس کے لیے بہترین سزا یہ ہے کہ آپ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کریں۔" [25]

(5) داعش کا سلفیوں پر طعن:

داعش کے سابق امیر ابو عمر بغدادی نے اپنے خطاب بنام «وَعْدُ اللهِ» میں عراق میں لڑنے والی بعض تنظیموں کے جم غفیر پر ارتداد کا حکم لگاتے ہوئے کہا: "اے سیاسی انجمن کے مددگارو! خصوصاً منہج سلف کی طرف جھوٹی نسبت کرنے والو! اللہ سے ڈرو اور ان جھنڈوں کو چھوڑ دو جو تمہیں جہنم رسید کر دیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔"

---

(25) الترغيب والترهيب لقوام السنة الأصبهاني: 1620،تاريخ دمشق لابن عساكر: 360/44 وغیرہ

اس کے بعد اس نے کہا: ”اگر ہمارے تم پر غالب آنے سے پہلے تم نے توبہ نہ کی تو یاد رکھو کہ اللہ کی قسم! ایک مرتد کا قتل مجھے سو صلیبیوں کے قتل سے زیادہ محبوب ہے۔[26]

ان کے سرکاری ترجمان عدنانی نے اپنے خطاب بنام: ”السِلمیة دین مَن؟“ میں کہا: ”ہم فریضہ جہاد کو معطل کرنے والے مرجئة العصر کے شبہات کا جواب نہیں دینا چاہتے۔ ان شاء اللہ عنقریب "مجاہدین" بر سر اقتدار آئیں گے اور ان مرجئہ کے دماغوں میں بھرے ہوئے خناس کو نکال باہر کریں گے۔ اگر بچھو اپنی عادت سے باز نہیں آئے گا، تو ہم بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ مثل مشہور ہے کہ ”لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔“

(6) مرجئة العصر لقب کی وضاحت:

ہر خاص وعام اس بات سے بخوبی آگاہ ہے کہ یہ اور ان جیسے تکفیری،[27] جن کی خاصی تعداد ہے، سلفی منہج کے داعی بڑے بڑے[28] شیوخ اور علماء کو مرجئة العصر کا لقب دیتے ہیں۔

---

(26) اس جگہ ہم شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب (مجموع الفتاویٰ: 528/28) میں فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کی مذمت میں جو سب سے بڑی بات کہی ہے، وہ یہ ہے کہ ”خوارج مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑے رکھیں گے۔“

نوٹ: یہ حدیث سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور صحیح بخاری: 3344 اور صحیح مسلم: 1064 میں موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہو رہی ہے۔

(27) ایک لمبے عرصہ تک بڑے ممتاز علماء ان جیسے لوگوں کو تکفیری کہنے سے پرہیز کرتے رہے ہیں اور اس لقب کو ناپسند کرتے رہے ہیں۔ لیکن اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ سبھی یہ لقب ان جیسے لوگوں کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔

بلکہ سب سے پہلے معروف تکفیری ابو محمد المقدسی نے اپنی کتاب «إمتاع النظر في كشف شبهات مرجئة العصر» [29] میں سلفی حضرات کو مرجئة العصر کا لقب دیا تھا۔

پھر یہ لوگ اپنے باطل، غیر متعدل اور تکفیری نظریات کو سینہ زوری کرتے ہوئے سلفیت، جہادی سلفیت یا دعوت و قتال والی سلفیت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

حالانکہ اللہ کی قسم! سچی اور خالص سلفیت ان سے اور ان کے کاموں سے پوری طرح بیزار رہے۔

(7) داعش کی سلفی دعوت سے دشمنی:

یہ بات بالکل ظاہر اور واضح ہے کہ ان تکفیریوں کے سب سے بڑے دشمن وہی لوگ ہیں جو منہج سلف سے حقیقی نسبت رکھتے ہیں کیونکہ صرف یہی لوگ ہیں جو ان سے علمی مہارت اور دلیل کے ساتھ بحث مباحثہ کرتے ہیں۔ حجت کے ساتھ جھگڑتے ہیں اور براہین کے ساتھ ان کو جواب دیتے ہیں۔

---

(28) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "میں نے دیکھا ہے کہ خواہش پرست، بدعتی اور مخالفین اہل سنت کے برے اور قبیح نام رکھتے ہیں۔ جن سے ان کا مقصد انہیں داغدار کرنا، ان پر طعن و تشنیع کرنا اور انہیں بے وقوفوں اور جاہلوں کے نزدیک بے وقعت بنانا ہوتا ہے۔ خوارج اہل سنت کو مرجئہ کہتے ہیں۔ لیکن یہ خوارج جھوٹے ہیں، بلکہ یہ خود مرجئہ ہیں کیونکہ ان کا خیال ہے کہ صرف یہی حق پر ہیں اور ان کے مخالفین کافر ہیں۔" (طبقات الحنابلة: 37/1 بحواله مسائل حرب الكرماني: 986/3 مزید دیکھیے ص:12-13)

(29) مناسب یہ ہے کہ اس کتاب کا نام «إمناع النظر ---- الخ» رکھا جائے کیونکہ یہ جہالتوں اور گمراہیوں کا مجموعہ ہے۔ اس شخص کی سزا اتنی ہی کافی ہے کہ اسے اب داعش نے مرجئہ قرار دے دیا ہے۔

عجیب ترین اور افسوس ناک بات یہ ہے کہ اس کے بعد، بلکہ اس سے پہلے بھی بعض صحافی اور سیاستدان یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ "داعش سلفی پودا ہے۔" یا اس جیسے جملے استعمال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل لغو اور باطل باتیں ہیں۔

(8) سچی سلفیت اور جھوٹی سلفیت کو خلط ملط کرنے میں پوشیدہ خطرہ اور اس کا سبب:

ہم نے اس مکر وفریب یا الجھاؤ کے پائے جانے کے اسباب پر کافی غور وفکر کیا ہے۔ اس کی اہم وجوہات یہ ہیں:

کئی دہائیوں سے اسلامی اجتماعی دعوتی محاذ پر عمومی طور پر اخوانی سوچ مسلط ہے۔ یہ بڑی افسوس ناک صورتحال ہے۔

حتیٰ کہ سیاستدان اور صحافی حضرات بھی ان نئے افکار کے مالک، اخوانی سوچ اور فکر کے حاملین کو سلفیوں سے بعض نظریاتی اور صفاتی اختلاف کے اعتراف کے باوجود سلفیت کے نام سے پہچانتے ہیں۔ ایسا تقریباً اسی (1980) کی دہائی سے شروع ہوا ہے جب افغانستان میں جنگ جاری تھی۔[30]

یہ صرف ان کا گمان ہے، وگرنہ حقیقت میں یہ لوگ سلفیت اور سلفیوں کے سخت ترین مخالف ہیں۔ اللہ کی قسم! ان کا یہ گمان باطل ہے اور حق یقینی طور پر اس کے بالکل برعکس ہے۔

کس قدر خوبصورت بات ہے جو سوار بن شبیب بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آکر کہنے لگا: "کچھ لوگ مجھے کافر قرار دیتے ہیں۔" فرمایا: "تم ان کے سامنے «لا إله إلا الله» کہو اور انہیں جھوٹا ثابت کر دو۔"[31]

---

(30) ایک لمبے عرصہ تک انہیں افغانی عرب کہا جاتا رہا ہے۔

(31) مصنف ابن أبي شيبة: 30381، الإيمان لابن أبي شيبة: 31، سند صحیح ہے۔

ہم بھی یہی کہتے ہیں:«لا إله إلا الله ---- لا إله إلا الله»
علم کتنا عظیم ہے اور جہالت کتنی بری چیز ہے!

(9) نبی کریم ﷺ کی رحمت کا نمونہ:

ہم اپنے اس جواب کی ابتداء داعش کے سرکاری ترجمان ابو محمد عدنانی کی اس تقریر کے رد سے کرتے ہیں جو اس نے اپریل 2014ء کے آغاز میں ان الفاظ سے شروع کی تھی: "اے اللہ درود بھیج ہمارے سردار محمد ﷺ پر جو تلوار دے کر جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔"[32]

اس جملہ میں مکر وفریب، الجھاؤ اور پختہ غلطیاں ہیں۔ یہ باتیں داعش کے اراکین کی طرف سے کئی مرتبہ دہرائی گئی ہیں۔

اے کاش! تم قیدیوں کو بے دردی اور بے رحمی سے ذبح کرنے کے بجائے نبی رحمت ﷺ کا یہ فرمان پڑھ لیتے۔ «مَنْ رَحِمَ وَلَوْ ذَبِيحَةَعصفور، رَحِمَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»[33]

"جس نے مذبوحہ چڑیا ہی پر رحم کیوں نہ کیا ہو اللہ تعالیٰ روز محشر اس پر رحم فرمائیں گے۔"

---

(32) حدیث کے الفاظ یہ ہیں:«بُعثتُ بالسيف بين يدي الساعة» "مجھے قیامت سے پہلے تلوار دے کر بھیجا گیا ہے۔" (مسند أحمد: 5114، مسند عبد بن حميد: 849، مصنف ابن أبي شيبة: 5115، وغيره عن ابن عمر رضی اللہ عنہ)
ابن تیمیہ، عراقی، ذہبی و دیگر اہل علم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ حافظ ابن رجب نے صرف اسی ایک حدیث کی تشریح میں ایک رسالہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے:«الحِكَم الجديرة بالإذاعة من قول النبي - صلى الله عليه وسلم - "بعثت بالسيف بين يدي الساعة"»

(33) الأدب المفرد للامام البخاری : رقم الحديث 381

اسلام تو چڑیا پر بھی رحم کا حکم دے رہا ہے جبکہ داعش کے ان خوارج نے کچھ ویڈیوز بنائی جس میں مقتول کے سامنے چھریاں تیز کر رہے ہیں، ایک کو سامنے بٹھا کر دوسرے کا قتل کر رہے ہیں۔۔۔ یہ کس مذہب کی عکاسی کرتے ہیں۔۔۔؟

حالانکہ اللہ جل جلالہ نے اپنے رسول ﷺ کو جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۝۱۰۷﴾

" اور ہم نے آپ کو تمام دنیا والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ " [الأنبياء: 105]

اس آیت کے مفہوم میں ہر زمان و مکان اور ہر مخلوق شامل ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ تمام انسانوں، جنوں، آسمانوں، حیوانات اور نباتات کے لیے رحمت بن کر آئے ہیں۔

یہ قرآن مجید میں رب العالمین کی بات ہے جو عام ہے، اسے کوئی چیز خاص کرنے والی نہیں۔ مطلق ہے، کوئی چیز اسے مقید کرنے والی نہیں ہے۔

(10) رحمت اور تلوار کو خلط ملط کرنا:

نصوص شرعیہ (قرآنی آیات واحادیث مبارکہ) کو آپس میں ٹکرانا جائز نہیں ہے۔ اس طریقہ سے قرآن وحدیث کو خلط ملط کرنا، عام اور خاص نص کو ملانا اور مطلق اور مقید نص کو ایک دوسرے سے جوڑنا، ناجائز ہے۔

اللہ جل جلالہ نے اپنے آپ پر رحمت کو لازم کیا ہوا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:
﴿كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ﴾

تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔ [الأنعام: 54]

نیز فرمایا: ﴿قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلْ لِّلّٰهِ ۭ كَتَبَ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۭ﴾

آپ ان سے پوچھئے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، وہ کس کا ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ سب کچھ اللہ ہی کا ہے۔ اس نے اپنے آپ پر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔ [الأنعام: 12]

نیز فرمایا:﴿ وَرَحۡمَتِي وَسِعَتۡ كُلَّ شَيۡءٖۚ ﴾
میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ [الأعراف: 156]
نبی کریم ﷺ کا فرمان گرامی ہے: «إِنَّ اللهَ لَمَّا قَضَى الخَلْقَ، كَتَبَ عِنْدَهُ فَوْقَ عَرْشِهِ: إِنَّ رَحْمَتِي سَبَقَتْ غَضَبِي».
جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو اپنے پاس عرش پر لکھا کہ میری رحمت میرے غصہ پر حاوی ہے۔ (34)
لہٰذا اصل یعنی رحمت اور اس سے مستثنٰی چیزوں یعنی تلوار، غصہ اور شدت والے امور کو برابر قرار دے دینا جائز نہیں۔
بلکہ اس سے بڑھ کر ہم کہتے ہیں کہ عقل و نقل کے اعتبار سے رحمت کو تلوار دے کر بھیجے جانے سے منسلک کر کے بولنا ناجائز ہے کیونکہ اس سے سننے والا یہ سمجھتا ہے کہ شاید رحمت تلوار سے جڑی ہوئی ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔
یہ نقطہ اعتراض ہم نے صرف بحث مباحثہ کے لیے نہیں اٹھایا، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں بہت سی خطرناک باتیں پوشیدہ ہیں، جیسا کہ مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔
مثلاً: اس انداز بیان سے تلوار اور رحمتِ الٰہی ایک ہی سطح پر آجاتی ہے۔ اور یہ بالکل غلط بات ہے اور کبھی تو عقیدہ کی خرابی کا باعث بن جاتا ہے۔
اسی سے داعش کے سرکاری ترجمان ابو محمد عدنانی کی غلط تاویل کا انکشاف ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے ایک خطاب میں کہتا ہے: ”تلوار اٹھائے، خون بہائے اور جانیں لٹائے بغیر نہ عزت مل سکتی ہے، نہ ظلم سے آزادی اور نہ ذلت کے گہرے گھڑے سے نجات۔ امن وسلامتی کی دعوت سے ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔“
مزید کہتا ہے: ”یہ بات نوٹ کرلو کہ شام وعراق میں بھوکے حبشیوں کے لشکر ہمارے پاس موجود ہیں جن کی پیاس خون سے بجھتی ہے، جنہیں کٹے ہوئے اعضاء سے پیار

(34) صحيح البخاري: 7422، صحيح مسلم: 2751، عن أبي هريرة رضي الله عنه

ہے اور جنہیں مخالفین کے خون سے زیادہ مزید پیاس بھڑکانے والی کوئی چیز نہیں ملتی۔ اللہ کی قسم! ہم ہزاروں لاکھوں لوگوں کو گھسیٹیں گے اور پھر تم میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔"[35]

(11) قتل وغارت گری کی پیاسی داعش:

داعش کا بذاتِ خود کہنا ہے: "ہر وہ شخص جو ہمارے مخالفین کی صفوں میں شامل ہے یا کسی فوج اور پولیس کا حصہ ہے یا اور کسی انداز میں ہمارے[36] خلاف ان کی مدد کرتا ہے تو اس کا خون بہانا جائز ہے اور وہ شخص ہمارے نزدیک مطلوبہ افراد میں سرفہرست ہے!! داعش کے لشکروں اور مددگاروں کا اس قسم کے لوگوں کا سر تن سے جدا کرنا اور ہر مقام پر ان کے اہل خانہ اور بچوں کو باہر نکال کر[37] گھروں کو گرانا یا جلانا پورا پورا بدلہ ہے۔"

مسلم وغیر مسلم اور حربی وغیر حربی کی تمیز کیے بغیر سروں کو کاٹنے کی ویڈیوز بنانا اور پھر اسے انٹرنیٹ پر پھیلا کر لوگوں میں وحشت کا پیدا ہونا کسی بھی عقل مند کے نزدیک کوئی بعید بات نہیں ہے۔

کیا ہمارا دین اسلام اس درندگی کی اجازت دیتا ہے؟

اس جہالت اور اس قسم کے جاہلوں سے ہم اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔

---

(35) اس کی یہ تقریر "والرائد لا يكذب أهله" انٹرنیٹ پر بہت مشہور ہے۔ آج ان کے مخالفین میں افغان طالبان و دیگر جہادی جماعتیں سرفہرست ہیں۔

(36) یعنی داعش کے جنگجوؤں کے خلاف جو بھی کھڑا ہو گا اس کا خون بہانا جائز ہو گا۔ والعیاذ باللہ

(37) یہ عورتوں اور بچوں کا صرف زبانی کلامی استثناء کر دیا، اگرچہ حقیقت میں یہ لوگ ایسا نہیں کرتے جیسا کہ پشاور اسکول حملہ اور چارسدہ یونیورسٹی پر حملہ میں ان کی سفاکیت ہمارے سامنے ہے۔

(12) داعش، ایک وحشی تحریک:

اس قسم کے وحشیانہ افعال کا موجودہ سیٹیلائٹ دور میں ارتکاب کرنا، انہیں نشر کرنا اور پھر ان پر خوشی کا اظہار کرنا، اگرچہ حق بھی ہو،[38] پھر بھی اس سے عظیم اسلام اور رب العالمین کی رحمت کی نہایت قبیح تصویر سامنے آتی ہے۔ اس سے دینداروں کی صورت تمام لوگوں، بشمول مسلمانوں، میں بہت بھیانک نظر آتی ہے۔

یہ بہت بڑی آزمائش ہے کہ مسلمان عوام کے اذہان بدلیں بلکہ مکمل طور پر تبدیل ہو جائیں اور ان کے ذہنوں میں اسلام، سید الانام علیہ الصلاۃ والسلام کی رحمت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی خوبصورت تصویر بالکل اُلٹ پلٹ دی جائے۔

(13) داعش کی بدترین درندگی ایک قیدی کو زندہ جلا کر مارنا ہے:

یہ کام انہوں نے ایک اردنی پائلٹ معاذ الکساسبہ رحمۃ اللہ علیہ، (ہم تو اسے اللہ کے نزدیک شہید سمجھتے ہیں ان شاء اللہ)[39] کے ساتھ کیا کہ اسے کثیر اور ان واضح نصوص شرعیہ کی مخالفت کرتے ہوئے زندہ جلا دیا، جن میں زندہ مخلوق حتیٰ کہ حیوانات تک کو جلا کر مارنے سے روکا گیا ہے۔ کفار و مشرکین کو بھی زندہ جلانے سے منع کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کی تو بات ہی کچھ اور ہے!

اپنی اسی جہالت کی بناء پر، جس کا کچھ تذکرہ اوپر ہو چکا ہے، ان جاہلوں نے مُثْلَہ، جو مُردوں کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے اور تعذیب، جو زندہ کو سزا دی جاتی ہے، کو خلط ملط

---

(38) حقیقت میں وہ ایسے نہیں ہیں۔

(39) اس کے بہت سے دلائل ہیں۔ مثال کے طور پر جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «صاحب الحرق شهيد» "جو زندہ جل مرے، وہ شہید ہے۔" (مسند أحمد: 32804، سنن النسائي: 1846 وغيرهما، وسنده صحيح)
لیکن اللہ کے مقابلہ میں ہم اسے پاک صاف قرار نہیں دیتے۔

کر دیا۔ اسی جہالت کی وجہ سے ان لوگوں نے بطور قصاص مثلہ کے جواز اور ابتدائی طور پر ایسا کرنے کی ممانعت کو خلط ملط کر دیا ہے۔

ان لوگوں نے مکمل طور پر ممنوع، فعل جلانے اور چند قواعد و ضوابط کے تحت جائز مُثلہ کو خلط ملط کر دیا ہے بلکہ ان جاہلوں نے کفار کے بارے میں جو کچھ جائز ہے اور مسلمانوں کے بارے میں جو ناجائز ہے، اسے آپس میں جوڑ دیا ہے۔ ان نادانوں نے قابو میں آئے ہوئے قیدی اور قابو سے باہر جنگجو کے حکم کو ایک کر دیا ہے۔

اور بطور دلیل شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش کیا جبکہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ مجموع الفتاوی میں کیا فرماتے ہیں۔ ملاحظہ کیجیے؛

(14) داعش کا شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ پر الزام کی حقیقت

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: فأمّا التّمثيل في القتل فلا يجوز إلّا على وجه القصاص ، وقد قال عمران بن حصين رضي اللّه عنهما : " مَا خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً إِلَّا أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ ، وَنَهَانَا عَنْ الْمُثْلَةِ " ، حتى الكفار إذا قتلناهم فإنا لا نمثل بهم بعد القتل ، ولا نجدع آذانهم وأنوفهم ، ولا نبقر بطونهم إلا أن يكونوا فعلوا ذلك بنا فنفعل بهم مثل ما فعلوا ، والتّرك أفضل كما قال اللّه تعالى : ﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ﴾

قتل کر کے مثلہ کرنا صرف بطور قصاص جائز ہے۔ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جب بھی خطبہ دیا تو اس میں صدقہ کرنے کا حکم دیا اور مثلہ کرنے سے منع کیا۔[40] حتیٰ کہ کفار کو بھی جب ہم قتل کریں گے تو قتل کرنے کے بعد ان کا مثلہ نہیں کریں گے۔ ان کے کان اور ناک کاٹیں گے، نہ ان کے پیٹ پھاڑیں

---

(40) مسند أحمد: 19857، سنن أبي داؤد: 2667، مسند أبي داؤد الطيالسي: 875، علامہ البانی نے إرواء الغليل: 2230 میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

گے۔ البتہ اگر وہ ہمارے ساتھ ایسا کریں گے تو بطور قصاص ہم ان سے ایسا کریں گے۔“ لیکن پھر بھی ایسا نہ کرنا افضل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: "اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تمہیں تکلیف دی گئی ہے اور بلاشبہ اگر تم صبر کرو تو یقیناً وہ صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے۔"(41)

میں کہتا ہوں: جب شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کفار کو قتل کر کے ان کا مثلہ کرنے کو بھی حرام کہہ رہے ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ وہ جلانے کو جائز قرار دے دیں، اور وہ بھی کسی مسلمان کو، جو کہ اس سے کئی گنا زیادہ بڑا گناہ ہے!

داعش کے سلفی علماء پر جھوٹ اور شیخ الاسلام (42) پر جان بوجھ کر گھڑی ہوئی باتوں، ان کے کلام کی کانٹ چھانٹ اور تحریف کی یہ واضح اور روشن دلیل ہے۔

اللہ انہیں تباہ وبرباد کرے، میرے خیال میں ان لوگوں نے جان بوجھ کر ایسا صرف اس لیے کیا ہے کہ عوام الناس کو ان سے متنفر اور ان کے روشن اور جلیل القدر منہج سے دور کیا جائے۔ کیونکہ یہ مسلمان حکمرانوں کی تکفیر کرنے والے (43) خوارج اور روافض کے خلاف پختہ دیوار تھے، اور پوری تاریخِ اسلام میں ہمیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جیسا کوئی بے مثال شخص نظر نہیں آتا۔

---

(41) مجموع الفتاوی لابن تیمیة: 314/28

(42) داعش کے انہی افکار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بہت سے صحافیوں اور راہِ حق سے ہٹے ہوئے مفکرین نے ہر مکر وفریب اور مکمل جہالت سے کام لے کر شیخ الاسلام پر قبیح ترین حملے کیے ہیں۔ شیخ الاسلام کی اس معاملہ پر مکمل رائے جاننے کے لیے الفتاویٰ الکبریٰ: 5 / 545 کا مطالعہ کریں۔ یہیں سے نقل کر کے یہ عبارت الفروع لابن مفلح: 265/10 اور الشائع (درست: 'السائغ' ہے) میں ذکر کی گئی ہے۔

(43) الفتاوی الکبری لابن تیمیة: 475/3

(15) داعش کا اسلام اور اس کی صاف ستھری شکل وصورت کو بگاڑنا:

اگر کفار اجتماعی طور پر ساری قوت وطاقت صَرف کر کے اسلام کا حلیہ بگاڑنا چاہیں، اور وہ ہمیشہ کوشش میں لگے رہتے ہیں، لیکن یہ کبھی بھی اتنا بگاڑ پیدا نہ کر سکتے جتنا ان تکفیریوں نے پیدا کر دیا ہے۔ اور سمجھتے یہ ہیں کہ اچھا کر رہے ہیں!

یہ بات تب ہے جب ہم یہ فرض کر لیں کہ ان لوگوں کی نیتیں اچھی ہیں۔ حالانکہ کسی بھی شرعی عمل کی اصلاح کے لیے صرف اچھی نیت کا ہونا کافی نہیں ہے۔[44] اگر وہ بھی نہ ہو تو پھر آپ سمجھ دار ہیں کہ حالات کہاں تک جا پہنچتے ہیں۔

لہٰذا لوگوں کو دعوت دینے میں بنیاد رحمت ہے اور تلوار اس بنیاد سے ایک استثناء ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ﴾

بلاشبہ ہم نے رسولوں کو واضح دلائل دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔ اور لوہا (بھی) نازل کیا جس میں بڑا زور ہے۔ [الحدید: 25]

(16) داعش کا اللہ تعالیٰ پر بہتان:

داعش نے ابو بکر بغدادی کی سربراہی کو جب خلافت کا نام دیا تو اس کے اعلان کا عنوان رکھا: «هذا وَعْدُ الله» ”یہ اللہ کا وعدہ ہے۔“

”اللہ کے وعدہ“ سے ان کی مراد یہ آیت کریمہ ہے: ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

(44) عقیدہ توحید کے ساتھ ساتھ عمل کا سنت نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مطابق ثابت ہونا بھی ضروری ہے۔

خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًا ؕ يَعۡبُدُوۡنَنِىۡ لَا يُشۡرِكُوۡنَ بِىۡ شَيۡــًٔا ؕ وَمَنۡ كَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ﴿۵۵﴾

تم میں سے جو مؤمن ہیں اور نیک کام کرتے ہیں، ان سے اللہ نے وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ انہیں زمین میں ایسے ہی خلافت عطا کرے گا جیسے تم سے پہلے کے لوگوں کو عطا کی تھی۔ اور ان کے اس دین کو مضبوط کرے گا، جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے۔ اور ان کی حالتِ خوف کو امن میں تبدیل کر دے گا۔ پس وہ میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔ [النور: 55]

یہ باطل استدلال ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کی کسی بھی عام آیت کو حتمی طور پر کسی خاص اور معین واقعہ پر، جو نزولِ قرآن کے چودہ سو سال بعد رونما ہوا ہو، فِٹ کرنا جائز نہیں۔

ابو محمد عدنانی کیسے "اللہ کے وعدہ" کا نام لے کر حتمی طور پر یہ کہتا ہے کہ اس کی مزعومہ خلافت ہی "اللہ کا وعدہ" ہے؟!

بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ پر جرأت کا مظاہرہ ہے۔

اگر اس کے دعویٰ اور مراد کو صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے تو پھر بھی اس پر لازم یہی ہے کہ وہ بجائے "اللہ کا وعدہ" کہنے کے، "اللہ کے وعدوں میں سے ایک وعدہ" کہے۔

لیکن یہ کسی طور پر بھی جائز نہیں ہے کہ قرآن مجید کی کسی نص کو اس کے صحیح اور کامل سیاق کو سمجھے بغیر کسی واقعہ پر فِٹ کر دیا جائے۔

(17) شرعی علم کے قواعد وضوابط:

فقہ کوئی آسان کام نہیں ہے اور نہ ہی ہر انسان اس میں رائے اور فتویٰ دے سکتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمانِ عالیشان ہے: ﴿اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ﴿۱۹﴾﴾

نصیحت تو دانشمند ہی قبول کرتے ہیں۔ [الرعد: 19]

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”لوگوں پر لازم ہے کہ صرف وہی باتیں کریں، جنہیں وہ جانتے ہیں۔ بعض ایسے لوگوں نے بھی علمی باتیں کی ہیں کہ اگر وہ خاموش رہتے تو إن شاء الله ان کی خاموشی زیادہ اچھی اور ان کے لیے فائدہ مند تھی۔“[45]

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”علم اور اہل علم کے لیے نا اہل لوگوں کا علمی میدان میں گھس آنا بہت بڑی مصیبت ہے۔ کیونکہ یہ ہوتے جاہل ہیں، لیکن سمجھتے اپنے آپ کو عالم ہیں۔ فساد مچا کر سمجھتے ہیں کہ اصلاح کر رہے ہیں۔“[46]

(18) داعش میں جہالت اور جہلاء کے وجود کا اعتراف:

اردن کے رسالہ ”الغد“ بتاریخ: 8 دسمبر 2013ء میں القاعدہ کے تکفیری امام ابو قتادہ فلسطینی کا قول نقل ہوا ہے جس میں وہ داعش کی حالت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: ”کوئی قابل تعریف طالب علم ان کی طرف مائل نہیں ہوا۔ سوائے جہالت کے ان میں اور کچھ نہیں ہے۔ مسلمانوں اور مجاہدین کی تکفیر کرنے[47] اور ان سے لڑنے بھڑنے کی وجہ سے ان کا شر اور فتنہ بہت بڑھ چکا ہے۔۔۔ یہ لوگ اب مائل بہ زوال ہیں اور فتنہ بن چکے ہیں۔۔۔ ان کا ہم سے کوئی تعلق ہے، نہ ہمارا ان سے کوئی تعلق ہے۔“

داعش کی فکر و عمل سے متاثرین کے بارے میں ابو قتادہ کہتا ہے: ”بعض سادہ لوح داعش کے اعلانِ خلافت اور اقامتِ حدود سے دھوکہ کا شکار ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ چیزیں کسی بھی عقل مند کے ذہن و دماغ سے ان کا اصل مذہب اور عمل نکال نہیں سکتیں۔ سب کو نظر

(45) الرسالة للإمام الشافعي، ص: 41

(46) الأخلاق والسِّيَر في مداواة النفوس، ص: 67

(47) فضیلۃ الشیخ عبد المالک رمضانی نے اپنی کتاب «تخليص العِباد من وحشية أبي القتاد؛ الداعي إلى قتل النسوان وفلذات الأكباد» صفحہ 56 تا 255 میں اس کے بہت سے پرانے فتوے جمع کیے ہیں اور اس کے غیر معتدل نظریات کا محاکمہ کیا ہے۔

آرہا ہے کہ ان کی لڑائی کا رُخ مسلمان اور مجاہدین اور خصوصاً مجاہدین کے ٹریننگ کیمپوں کی طرف ہو چکا ہے۔"

پھر کہتا ہے: "علم اور خیر خواہی کے ساتھ ان سے مکالمہ کرو۔ اگر تسلیم نہ کریں تو ان سے دور ہو جاؤ اور اس طرح ان سے بچو جس طرح اپنے دشمنوں سے بچتے ہو۔ یہ ایسے ہی ہیں۔ انہوں نے بہت سے لوگوں کی تکفیر کرنے کے بعد ان کے مال و جان کو اپنے لیے حلال سمجھا اور انہیں قتل کر دیا۔ ہمارے بعض بھائی ابھی بھی تردد کا شکار ہیں اور کہتے ہیں: "اللہ کی قسم! وہ ایسے نہیں ہیں۔" لیکن عنقریب سب لوگ ان کی حقیقت سے واقف ہو جائیں گے۔"

داعش کے پہلے امیر ابو مصعب زرقاوی نے داعش کے "داعش" بننے سے پہلے اس کے بارے میں معروف مذکورہ بالا باتوں میں سے چند ایک کا اعتراف کرتے ہوئے کہا تھا: "اللہ کے بندو! ہمارے اندر فتویٰ دینے کا اہل کوئی مفتی اور پیروی کیے جانے کے قابل کوئی طالب علم نہیں ہے۔" (48)

ان کا اب تک یہی حال ہے بلکہ جب سے ہزاروں مغربی عجمی نوجوان ان میں شامل ہوئے ہیں، ان کا حال تو اس سے بھی بدتر ہو چکا ہے۔ جہالت میں یہ لوگ اپنی مثال آپ بن چکے ہیں۔

آج کل کے ایک اور مشہور جہادی سربراہ ابو مصعب السُورِی (49) نے اپنی کتاب «مختصر شهادتي على الجهاد في الجزائر، ص: 72» پر اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ

---

(48) سنیے اس کی کیسٹ: رسالة إلى علماء الأمة ومشايخها

(49) دیانت داری کا تقاضا یہی ہے کہ میں کہوں: "اس شخص کے بہت سے ایسے رجوع سامنے آچکے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اکثر لوگوں کی نسبت یہ اپنے پچھلے نظریات سے پھر چکا ہے۔
ہم امید کرتے ہیں کہ اسے دین و دنیا میں بھلائیاں عطا ہوں اور اللہ تعالیٰ اسے مکمل طور پر ہدایت اور توفیق عطا فرما دیں۔"

”ان جہادی تحریکوں میں علماء اور بڑے بڑے داعی حضرات کی غیر موجودگی کی بناء پر ان میں مخبوط الحواسی اور غلطیاں موجود ہیں۔“

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کیا خوب انہیں وضاحت فرمائی تھی:

”میں مہاجرین وانصار اور دامادِ رسول کی طرف سے آیا ہوں اور تمہیں اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کے بارے میں بتانے آیا ہوں کہ وہ کیسی عظیم ہستیاں ہیں کہ ان کی موجودگی میں وحی نازل ہوئی، انہی کے بارے میں ہوئی اور وہ اس کی تفسیر کو تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ تمہارے اندر ان میں سے کوئی نہیں ہے۔ میں تمہارے پاس اس لیے آیا ہوں تاکہ ان کا پیغام تم تک پہنچاؤں اور تمہارا پیغام ان تک پہنچاؤں۔“

ان میں راسخ علماء نہیں اور نہ ہی علماء کرام کا احترام کرتے ہیں

(19) خوارج علماء کرام کا احترام نہیں کرتے:

یہ داعش کے خوارج آپکو اکثر علما کو مرجئہ، حمار العلم (علم کے گدھے)، درباری ملا، علماء الحیض والنفاس اور دیگر کئی نامناسب القابات سے پکارتے نظر آئیں گے۔ انکی کتب اور ویڈیوز بھی اس بات کی شاہد ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور کے خوارج کا بھی رویہ کچھ ایسا ہی تھا۔ وہ کبار علما صحابہ کا احترام نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ اس روایت میں بھی مذکور ہے۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی مسجد میں کچھ لوگوں کو نماز کے انتظار میں دیکھا، وہ حلقہ بنا کر بیٹھے تھے اور ان کے ہاتھ میں کنکریاں تھیں۔ان میں سے ایک کہتا: سو بار لا الہ الا اللہ پڑھو تو وہ سو بار لا الہ الا اللہ پڑھتے، پھر وہ کہتا سو بار تسبیح پڑھو تو وہ سو بار تسبیح پڑھتے۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ بات نئی بدعت اور منکر معلوم ہوئی۔ انھوں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کا تذکرہ کیا۔

آپ ان کے پاس گئے، اور ان سے دریافت کیا کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم کنکریوں کے ذریعہ تسبیح و تہلیل اور تکبیر کا ورد کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اپنے گناہوں کو شمار کرو، میں ضمانت لیتا ہوں کہ تمھاری کوئی نیکی ضائع نہ ہوگی۔ افسوس! اے امت محمد ﷺ تمھاری ہلاکت کتنی جلد ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ابھی تمھارے درمیان موجود ہیں، تمھارے نبی ﷺ کے کپڑے ابھی تک بوسیدہ نہیں ہوئے، آپ کے برتن ابھی نہیں ٹوٹے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یا تو تم ملت محمدیہ سے زیادہ ہدایت یافتہ ہو یا پھر ضلالت کا دروازہ کھول رہے ہو۔

ان لوگوں نے کہا: اے ابو عبدالرحمن! ہم نے محض خیر کے ارادے سے ایسا کیا۔ آپ نے فرمایا: کتنے ہی خیر کے چاہنے والے خیر کو نہیں پاتے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ہم کو بتایا ہے کہ ایک قوم قرآن کو پڑھے گی وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ اللہ کی قسم مجھے نہیں معلوم شاید ان میں سے اکثر لوگ تم ہی میں سے ہوں گے۔

عمرو بن سلمہ کہتے ہیں: ان حلقوں میں بیٹھ کر اس طرح ذکر کرنے والے اکثر لوگ جنگ نہروان کے دن خوارج کے ساتھ ہمارے خلاف کھڑے ہوئے تھے۔[50]

(20) تشدد دین کا حصہ نہیں بلکہ اس کے خلاف ہے:

تشدد کو تقویٰ کا معیار سمجھنا جاہلوں کا کام ہے۔ رب العالمین کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَاتَّبِعُوٓا اَحۡسَنَ مَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ﴾

اور جو کچھ تمھاری طرف تمھارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کے بہترین پہلو کی پیروی کرو۔ [الزمر: 55]

مزید فرمایا: ﴿خُذِ الۡعَفۡوَ وَاۡمُرۡ بِالۡعُرۡفِ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰهِلِيۡنَ ﴿۱۹۹﴾﴾

---

(50) سنن دارمی 210 باب فی کراھیة اخذ الرائ 286/1، 287 بتحقیق حسین اسلم اسد الدرانی

(اے نبی!) درگزر کرنے کا رویہ اختیار کیجیے، معروف کاموں کا حکم دیجیے۔ اور جاہلوں سے کنارہ کیجیے۔ [الأعراف: 199]

مزید فرمایا: ﴿الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ۝۱۸﴾

جو بات کو توجہ سے سنتے ہیں پھر اس کے بہترین پہلو کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت بخشی اور یہی دانشمند ہیں۔ [الزمر: 18]

لہٰذا سخت رائے کو تقویٰ کا معیار نہ سمجھا جائے اور نہ سمجھا جائے کہ سختی میں زیادہ دینداری اور اللہ کے لیے اخلاص ہے۔

بلکہ اکثر اوقات سختی میں غُلوّ ہوتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۬﴾

اللہ تمہارے ساتھ نرمی کا برتاؤ چاہتا ہے، سختی کا نہیں چاہتا۔ [البقرة: 185]

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: «لَا تُشَدِّدُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَيُشَدَّدَ عَلَيْكُمْ، فَإِنَّ قَوْمًا شَدَّدُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ فَشَدَّدَ اللهُ عَلَيْهِمْ».

اپنے آپ پر سختی نہ کرو، وگرنہ تم پر سختی کی جائے گی کیونکہ ایک قوم نے جب اپنے آپ پر سختی کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختی کی۔[51]

(21) داعش کا اپنی سختی پر فخر و غرور:

اکثر اوقات مُتَشَدِّد آدمی مغرور بھی ہوتا ہے۔ وہ یہی سوچتا ہے کہ میں متشدد ہوں اور دیگر لوگوں میں کمزوری ہے۔ میں کامل ہوں، وہ ناقص ہیں۔ وغیرہ

---

(51) سنن أبي داؤد: 4904، مسند أبي يعلى: 3694، الأحاديث المختارة للضياء المقدسي: 2178، فضيلة الشيخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلة الأحاديث الصحيحة: 3124، میں اسے حسن قرار دیا ہے۔

یہی فخر و غرور داعش میں بھی بڑی خوفناک صورت میں نظر آتا ہے۔ جیسا کہ ان کے سابق امیر ابو عمر بغدادی نے اپنے پیغام «وَعْدُ الله» میں کہا ہے: ''میں یہی سمجھتا ہوں کہ اس وقت مملکت اسلامیہ عراق میں جو غالب لوگ لڑ رہے ہیں، فی الوقت زمین میں یہی لوگ اولیاء اللہ ہیں۔ جو موجودہ زمانہ میں قلت تعداد اور ذلیل وخوار ہونے کے باوجود شریعت الٰہیہ کے نفاذ کے اہم فرض کو ادا کر رہے ہیں۔ یہ لوگ جو فی سبیل اللہ لڑ رہے ہیں اور خود کش حملوں کے ذریعہ دین کا دفاع اور شریعت اسلامیہ کی حمایت میں جانیں قربان کر رہے ہیں، اگر فی زمانہ یہ لوگ ولی اللہ نہیں ہیں تو بتایئے کہ پھر اور کون ہے؟''

غور کیجیے! اللہ پر غرور کرنے کی اس سے بدترین مثال اور کیا ہو سکتی ہے؟

اپنے آپ کو اپنے رب کے ہاں پاک صاف سمجھنے کی اس سے بدبودار مثال اور کیا ہو سکتی ہے؟

دیکھیے کس طرح اس نے بدترین بگاڑ پر مبنی مقدمہ سے فاسد نتیجہ نکالا ہے!

ان جیسے مغرور لوگوں کا حق قبول کرنا تو دور کی بات ہے، حق سننا بھی ممکن نہیں۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کہا:

«إِنَّ فِيكُمْ قَوْمًا يَعْبُدُونَ وَيَدْأَبُونَ، حَتَّى يُعْجَبَ بِهِمُ النَّاسُ، وَتُعْجِبَهُمْ نُفُوسُهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ».

یقیناً تم میں کچھ لوگ ایسے آئیں گے جو اس قدر عبادت گزار اور مستقل مزاج ہوں گے کہ لوگ انہیں تعجب کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ خود وہ بھی اپنے اوپر ناز کریں گے، لیکن دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے۔[52]

---

(52) مسند أحمد: 12886، السنة لعبد الله بن أحمد: 1547، مسند أبي يعلى: 4066، ذم الكلام للهروي: 416۔ امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کی سند عمدہ ہے۔ دیکھیے: الجامع الكبير للسيوطي: 8070

(22) فخر و غرور اور اللہ سے بدگمانی:

مذکورہ فخر و غرور در حقیقت اپنے اندر خفیہ طور پر اللہ سے بدگمانی پر مشتمل ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو لوگوں پر تنگی اور مشقت ڈالنے کے لیے نازل فرمایا ہے۔ (معاذاللہ) جبکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ طٰهٰ ۝١ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى ۝٢ ﴾

طٰہ، ہم نے آپ پر یہ قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔
[طه: 2 – 1]

(23) اسلام حکمت اور نرمی سے پھیلا ہے:

یہاں یہ بات بیان کرنا بہت مناسب ہے کہ گزشتہ ادوار میں لوگوں کی اکثریت خوبصورت اور پُر حکمت دعوت کی وجہ سے مسلمان ہوئی ہے۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ‌ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ‌ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ‌ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ ۝١٢٥ ﴾

(اے نبی ﷺ)! آپ (لوگوں کو) اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دیجئے اور ان سے ایسے طریقہ سے مباحثہ کیجئے جو بہترین ہو۔ بلاشبہ آپ کا رب اسے بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک چکا ہے اور وہ راہ راست پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ [النحل: 125]

نبی کریم ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے: «عَلَيْكِ بِالرِّفْقِ، وَإِيَّاكِ وَالعُنْفَ وَالفُحْشَ».

نرمی کو اختیار کرو اور سختی اور تلخ کلامی سے بچو۔ (53)

فتوحاتِ اسلامیہ کے نتیجہ میں ایک لمبے عرصہ تک حکومت کرنے کے باوجود خراسان سے مراکش تک کے مفتوحہ علاقوں کے لوگ سینکڑوں سال تک عیسائی ہی رہے۔

---

(53) صحیح البخاري: 6030

یہاں تک کہ آہستہ آہستہ سختی اور زبردستی کی بناء پر نہیں بلکہ اچھی دعوت کے نتیجہ میں یہ لوگ مسلمان ہوگئے۔

انڈونیشیا، ملائشیا، بہت سے ایشیائی ممالک اور مکمل مشرقی اور مغربی افریقہ وغیرہ جیسے کئی ایسے بڑے بڑے ممالک ہیں جو مکمل کے مکمل، بغیر کسی جہاد کے، صرف دعوت کے نتیجہ میں مسلمان ہوئے ہیں۔

فی الوقت پوری دنیا میں یہی ممالک مسلمانوں کے سب سے بڑے علاقے شمار کیے جاتے ہیں۔

لہٰذا تشدد اور سختی نہ تو تقویٰ کا معیار ہے، نہ اسلام پھیلانے کے لیے کوئی افضل انتخاب ہے۔

(24) داعش کا مصالح اور مفاسد کا خیال نہ رکھنا:

حالانکہ سچے فقہاء کے نزدیک مصالح اور مفاسد کا خیال رکھنا فقہی قواعد کی اہم ترین بنیاد ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے آج کل کے لوگوں کی اکثریت کی غلطی کو واضح کیا ہے جو غلط بنیاد رکھ کر سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام کررہے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

يُرِيدُ أَنْ يَأْمُرَ وَيَنْهَى إِمَّا بِلِسَانِهِ وَإِمَّا بِيَدِهِ مُطْلَقًا؛ مِنْ غَيْرِ فِقْهٍ وَحِلْمٍ وَصَبْرٍ وَنَظَرٍ فِيمَا يَصْلُحُ مِنْ ذَلِكَ وَمَا لَا يَصْلُحُ وَمَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ وَمَا لَا يَقْدِرُ فَيَأْتِي بِالْأَمْرِ وَالنَّهْيِ مُعْتَقِدًا أَنَّهُ مُطِيعٌ فِي ذَلِكَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَهُوَ مُعْتَدٍ فِي حُدُودِهِ كَمَا انْتَصَبَ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْبِدَعِ وَالْأَهْوَاءِ؛ كَالْخَوَارِجِ وَالْمُعْتَزِلَةِ وَالرَّافِضَةِ؛ وَغَيْرِهِمْ مِمَّنْ غَلِطَ فِيمَا أَتَاهُ مِنْ الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ وَالْجِهَادِ عَلَى ذَلِكَ

"وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ارادہ تو کرتے ہیں، چاہے وہ یہ کام زبان کے ذریعے کریں یا ہاتھ کے ذریعے، لیکن فقاہت، بردباری، صبر اور غور وفکر سے کام نہیں لیتے،

اور نہ ہی وہ یہ سوچتے ہیں کہ دعوت کا کونسا طریقہ ان کے لئے بہتر ہے اور کونسا نہیں، بس وہ اپنے آپ کو اس معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمانبردار سمجھ کر روکنے ٹوکنے اور حکم دینے میں لگے رہتے ہیں، حالانکہ وہ خود اللہ کی حدود کو پار کر رہے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ خوارج، معتزلہ اور رافضیوں وغیرہ کی طرح کے بہت سے بدعتی اور خواہش پرست اس انداز سے امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور جہاد پر جُتے ہوئے ہیں۔"[54]

موجودہ دور میں داعش کا پہلا بانی ابو مصعب زرقاوی اپنی کیسٹ «رسالة إلى علماء الأمة» "علماءِ امت کے نام پیغام" میں اس اولین بنیاد کا مذاق اڑاتے ہوئے اور اسے دیوار پر مارتے ہوئے کہتا ہے: "اے علماءِ امت! کب تک بھاگتے رہو گے اور کب تک حق سے منہ پھیرے رہو گے؟ کیا تمہارا دین اور منہج "مفاسد اور مصالح کا خیال رکھنا" ابھی ختم نہیں ہوا؟"

ابو محمد عدنانی اپنے ہی فکری استاد زرقاوی کے اس قول کی مخالفت کرتے ہوئے کہتا ہے: "دشمنوں سے جنگ بندی کرنا اور محاذ جنگ میں کمی کرنا حکمت کا تقاضا ہے جبکہ متعدد محاذ جنگ کھولنا اور سب لوگوں سے لڑائی مول لے لینا حماقت ہے۔"

ہاں، اللہ کی قسم! "متعدد محاذ جنگ کھولنا اور سب لوگوں سے لڑائی مول لے لینا" بہت بڑی حماقت ہے۔ اور آج کل تمہارا یہی کام ہے بلکہ اس سے بھی بہت بڑھ کر ہے۔ آج تم پوری دنیا کی طرف اپنا رُخ کیے ہوئے ہو۔

---

(54) مجموع الفتاوی: 128/28 باب الامر بالمعروف والنهى عن المنكر

(25) حق وباطل میں گھری ہوئی فقہ الواقع:

آج کل بعض نوجوانوں سے ''فقہ الواقع'' کی اصطلاح بہت زیادہ سننے میں آرہی ہے۔[55]

اس کا صحیح مفہوم یہ ہے: ''لوگوں پر احکامِ شریعت کو نافذ کرنے کی کیفیت اور ان کے موجودہ حالات کے مطابق ان سے سلوک کرنا۔''

یہ تبھی ہو سکتا ہے جب لوگوں کے طرزِ معاشرت، ان کی مشکلات، ان کی طاقت واستطاعت اور انہیں درپیش مسائل کا دقتِ نظر سے مطالعہ کیا جائے۔

فقہ الواقع میں یہ چیز دیکھنا بھی ضروری ہے کہ کسی خاص زمانہ میں لوگوں کو پیش آنے والے واقعہ پر کون سی نصوص فِٹ ہورہی ہیں اور استطاعت سے جڑے ہوئے کون کون سے احکامِ شریعت کو مؤخر کرنا ممکن ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ضروریات کے درجہ میں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں اجتہاد کرنا چاہیے اگرچہ اس کی کوئی معین بنیاد موجود نہ ہو۔''[56]

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مفتی کے لیے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کے مکر وفریب، حیلوں بہانوں، عادات اور عرف سے اچھی طرح واقف ہو کیونکہ زمان ومکان اور عادات وحالات کے بدلنے سے فتویٰ بدل جاتا ہے۔ اور یہ سب کچھ دین الٰہی کا حصہ ہے۔''[57]

---

(55) لیکن یہ نوجوان اس کا صحیح علمی معنیٰ نہیں جانتے جو فقہاءِ شریعت کے نزدیک معتبر ہے۔ ان نوجوانوں کے نزدیک اس کا مطلب صرف سیاسی مصروفیت اور موجودہ خبروں کی بھول بھلیوں میں غور وفکر ہے۔

(56) المستصفى في أصول الفقه للإمام الغزالي: 420/1

(57) إعلام الموقعين عن رب العالمين لابن قيم الجوزية: 157/4

ایک اور جگہ لکھتے ہیں: ”فہم و فراست کی دو ہی قسمیں ہیں جن سے انسان مفتی اور حاکم بن کر حق فتویٰ اور سچا فیصلہ دے سکتا ہے:

1 واقعہ کو صحیح طور پر سمجھ لینا اور قرائن، نشانیوں اور علامات کی بناء پر پیش آنے والے واقعہ کی حقیقت سے باخبر ہونا اور پورا واقعہ ذہن نشین کر لینا۔

2 واقعہ کی ضروری سمجھ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو سمجھ لے جس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اس واقعہ کے بارے میں فرمایا ہے اور پھر ایک کو دوسرے پر فِٹ کر دے۔

چنانچہ جو شخص اپنی پوری ذہنی طاقت اور قوت کو اس مسئلہ کے حل کے لیے استعمال کرتا ہے تو یقیناً اسے دو اجر ملتے ہیں، ورنہ کم از کم ایک سے تو محروم نہیں رہتا۔ لہٰذا عالم وہی ہے جو پیش آمدہ واقعہ کی اصلیت کو پا لے اور اس بارے میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو سمجھ کر اس پر جاری کر دے۔“ [58]

یہی حقیقی ”فقہ الواقع“ ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ بھی اس کے خلاف یا متضاد آراء پائی جاتی ہیں، انہیں چھوڑ دیں۔ [59]

---

(58) إعلام الموقعين: 69/1

(59) اسی بارے میں شیخ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ بھی ہے۔ اس کا عنوان ہے: «سؤال وجواب حول فقه الواقع»

باب سوم

داعش کے نظریات، قیادت اور افعال کا جائزہ

مذکورہ بالا ضروری بحثوں کے بعد اب داعش کے نظریات، افراد، قیادت، افعال اور ذرائع کے بارے میں چند منہجی نکات ملاحظہ فرمائیں۔ یہ باتیں ہم ذرائع مواصلات اور قیل و قال سے حاصل کر کے نہیں کر رہے بلکہ یہ پختہ وضاحت اور یقین کے بعد کر رہے ہیں۔

(1) خوارج بظاہر بہت عبادت گزار ہونگے

رسول اللہ ﷺ نے خوارج کے صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ انتہا کے عبادت گزار ہوں گے اس کا مطلب ہر گز یہ نہیں کہ ایک بندہ مومن کو عبادت میں اس قدر مگن نہیں ہونا چاہیے بلکہ رسول اللہ ﷺ نے تو ان کے یہ صفات اس لئے بیان کی ہیں کہ یہ لوگ عام عوام سے یکسر الگ نظر آئیں گے، نیک و کار لوگ میں وہ سختیاں اور معاشرتی لاتعلقیاں نہیں پائی جاتیں جو ان میں پائی جائیں گی، ان کی عبادت ان کو اس حد تک لے جائے گی کہ یہ لوگوں کو اپنے سے کم تر اور حقیر جانیں گے، چھوٹے چھوٹے گناہوں کے وجہ سے کافر قرار دے دیں گے۔ لہذا ہمیں ان کی عبادتوں سے بالکل بھی پریشان نہیں ہونا چاہیے بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ان کی یہ علامات بتائی ہیں۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

"خوارج ایسا قرآن پڑھیں گے کہ ان کے پڑھنے کے سامنے تمہارے قرآن پڑھنے کی کوئی حیثیت نہ ہوگی، نہ ان کی نمازوں کے سامنے تمہاری نمازوں کی کچھ حیثیت ہوگی، نہ ہی ان کے روزوں کے سامنے تمہارے روزوں کی کوئی حیثیت ہوگی۔" (60)

ایک اور روایت میں اس چیز کی مزید وضاحت بھی فرمائی:

«سَيَخْرُجُ قَوْمٌ فِي آخِرِ الزَّمَانِ، أَحْدَاثُ الأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الأَحْلاَمِ، يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ البَرِيَّةِ، لاَ يُجَاوِزُ إِيمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ، كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَأَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ القِيَامَةِ» (61)

"آخری زمانے میں ایک قوم نکلے گی جو کم عمر و کم عقل ہونگے۔ ساری دنیا سے بہترین باتیں کرینگے لیکن انکا ایمان حلق سے نیچے نہیں اترے گا (صرف زبانی کلامی ہوگا)۔ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ تم جہاں بھی انکو پالو قتل کردو کیونکہ ان کے قتل پر قیامت والے دن اجر ملے گا۔"

(2) خوارج مشرکین کو چھوڑ کر مسلمانوں کو قتل کریں گے

شام میں داعش نے ان مجاہدین کو قتل کیا، جنہوں نے بشار خبیث کے لشکر کو شکست دی، اور افغانستان میں یہ ان مجاہدین سے لڑے جنہوں نے نیٹو کو شکست دی اور اسی طرح یہ اسرائیل کے بجائے الٹا فلسطینی مجاہدین سے لڑرہے ہیں۔ مجموعی طور پر ان کی ساری لڑائی کا مرکز اور مطمع نظر مسلمان ہی ہیں اور کفار کیخلاف ان کی لڑائی آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ! (62)

(60) صحیح بخاری: 5058

(61) صحیح البخاری : ٦٩٣٠

(62) انکے ایک شام کا ایک کمانڈر نے مجاہدین سے وائرلیس پر یہ گفتگو کرتے ہوئے یہ کہا "کہ ہم اصلی کفار کیساتھ مل کر ان مرتدین (یہاں مراد مجاہدین ہیں) کے خلاف لڑنے کیلئے تیار ہیں اور ان اصلی کفار

لہذا ان یہ فرمان نبوی ﷺ صادق آتا ہے۔
یقتلون اهل الاسلام ویدعون اهل الاوثان
نبی ﷺ نے فرمایا: وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور مشرکین کو چھوڑ دیں گے۔[63]

یہاں ایک شبہ کا ازالہ نہائت ضروری ہے۔

(3) داعش تو کفار سے بھی لڑتی ہے، پھر خارجی کیسے؟۔ایک شبہ کا ازالہ

اکثر خوارج کے حامی لوگ یہ کہتے ہیں: کہ یہ داعش تو کفار سے بھی لڑتے ہیں تو ان پہ یہ حدیث کیسے فٹ ہو سکتی ہے کہ "خوارج بت پرستوں کو چھوڑیں گے اور مسلمانوں کو قتل کریں گے"، اور انہوں نے کفار سے کئی علاقے فتح کر کے اپنی حکومت قائم کی ہے تو پھر یہ خوارج کیسے ہیں؟

اس شبہ کا ازالہ:

اس شبہ کی بنیاد نبی کریم ﷺ کے مذکورہ فرمان کو صحیح طور پر نہ سمجھنے پر ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ خوارج غیر مسلموں سے قتال کو آخر پر رکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات شرعی طور پر درست ہے، نہ واقعاتی طور پر۔

شرعی اعتبار سے اس طرح کہ حدیث کا مطلب ہے کہ جب قتال کا رخ کفار کی طرف ہونا چاہیے تو وہ اپنا رخ صرف مسلمانوں کی طرف کیے رکھتے ہیں۔ کیونکہ مستحق سے رُخ پھیر کر غیر مستحق کی طرف جانا موقع پر ان سے قتال ترک کرنے کے مترادف ہے۔

سے ہم اپنا معاملہ بعد میں نمٹا لیتے ہیں" انٹرنیٹ پہ یہ ویڈیو با آسانی موجود ہے اور اسکا حوالہ شامی تنظیم جبھۃ الاسلامیہ کی طرف سے بنائی گئی ایک ڈاکومنٹری "کشف القناع بالحجة والاقناع" میں بھی کیا گیا ہے۔

(63) صحیح البخاری 1219/3

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿اَتَاۡتُوۡنَ الذُّكۡرَانَ مِنَ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝١٦٥ وَتَذَرُوۡنَ مَا خَلَقَ لَـكُمۡ رَبُّكُمۡ مِّنۡ اَزۡوَاجِكُمۡ ؕ﴾

کیا سارے جہانوں میں سے تم مردوں کے پاس آتے ہو۔ اور انہیں چھوڑ دیتے ہو جو تمہارے رب نے تمہارے لئے تمہاری بیویاں پیدا کی ہیں۔ [الشعراء: 166-165]

یہاں یہ بات خود بخود سمجھ میں آتی ہے کہ انہوں نے اپنی بیویوں سے تعلقات بالکل ختم نہیں کیے تھے کیونکہ اگر ایسا کرتے تو ان کی نسل آگے نہ بڑھتی۔ لیکن چونکہ وہ لوگ اپنی شہوت کو پورا کرنے کے لیے اپنی بیویوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس جاتے تھے تو اس اعتبار سے گویا وہ اپنی بیویوں کو چھوڑنے والے تھے۔

یا جس طرح شادی شدہ زانی سے کہا جاتا ہے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ ذریعہ کو چھوڑ کر حرام کو اپناتے ہو؟

تو جس وقت وہ حلال کو چھوڑ کر حرام کام کرتا ہے تو اس وقت اسے حلال کو چھوڑنے والا کہا جاتا ہے حالانکہ وہ حلال کو بالکل ہی ترک نہیں کر چکا ہوتا۔ اسی وجہ سے علماء نے اس حدیث سے یہ مفہوم اخذ نہیں کیا کہ خوارج کفار سے بالکل بھی قتال نہیں کریں گے۔ فتدبر

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”جس طرح خوارج کفار سے لڑیں گے، اسی طرح اپنے مؤمن بھائیوں سے بھی لڑیں گے اور بعض اوقات تو ان کے نزدیک مسلمانوں سے لڑائی زیادہ ضروری ہو گی۔ اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ مسلمانوں سے لڑیں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ (64)

ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ خوارج مسلمانوں اور کفار دونوں سے لڑتے ہیں۔ جس طرح وہ کفار کو قتل کرنا جائز سمجھتے ہیں، اسی طرح مسلمانوں کو قتل کرنا بھی حلال سمجھتے ہیں۔ اسے بھی وہ جہاد گردانتے ہیں، بلکہ ان کے نزدیک مسلمانوں سے قتال زیادہ ضروری

---

(64) الفتاویٰ الکبریٰ: 360/6

ہے کیونکہ وہ انہیں کافر اور مرتد سمجھتے ہیں۔ اور یہ باتیں آپ کو ان خوارج کی زبانوں پر عام ملیں گی کہ پہلے اپنے گھر سے صفائی کرو، کفار کو بعد میں دیکھ لیں گے۔

واقعاتی اعتبار سے اس طرح کہ تاریخ میں ہمیں ملتا ہے کہ خوارج ہمیشہ مسلمانوں اور کفار دونوں سے لڑتے رہے ہیں۔ لیکن مسلمانوں سے ان کی لڑائی زیادہ، سخت، نقصان دہ اور عقیدۂ تکفیر کے زیر اثر ہوتی ہے۔

پھر نبی کریم ﷺ کے فرمان: ''وہ قتل کریں گے'' میں ان کے مسلمانوں سے بغاوت اور ان کے قریب اور گھلا ملا ہونے کی وجہ سے ان پر غالب آنے کی طرف اشارہ ہے۔ بعض اوقات مسلمانوں نے انہیں پُرامن گروہ سمجھا یا ان کی ظاہری حالت سے دھوکا کھا گئے تو یہ ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ہر زمانہ میں خوارج مسلمانوں پر غلبہ پا کر بغیر کسی ہچکچاہٹ کے انہیں قتل کرتے رہے ہیں جیسے انہوں نے عبد اللہ بن خباب بن ارت اور ان کے اہل وعیال کے ساتھ کیا۔ اہل کتاب سے یہ صلح کرتے ہیں اور ان کے بارے میں اللہ کے ذمہ اور رسول اللہ ﷺ کی وصیت کا خیال رکھتے ہیں۔(65)

اور رہی بات داعش کی علاقوں کو فتح کرنے کی تو یہ کوئی نئی چیز نہیں۔ اس سے پہلے بھی تاریخ میں کئی بار ایسا ہو چکا ہے کہ خوارج کی اپنی ریاستیں قائم رہی ہیں۔ خوارج نے علاقوں کو فتح کیا ہے اور یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ داعش کی فتوحات کے بارے میں جو پروپیگنڈا جاری ہے کہ یہ علاقے انہوں نے کفار سے لئے ہیں تو یہ بات درست نہیں، وہ دراصل انہی علاقوں پر قبضہ ہے جنہیں جہادی تنظیموں نے داعش کے ظہور سے پہلے ہی آزاد کرایا ہوا تھا۔

---

(65) اس بارے میں داعش کا تضاد ملاحظہ ہو: انہوں نے ایک ویڈیو جاری کی جس میں اپنی ہی ہم فکر جماعت جبہۃ النصرہ کے ایک کارکن کو قتل کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے کیونکہ ان کے بقول وہ ان کے ہاتھ توبہ کرنے سے پہلے آگیا تھا، اس لیے اس کی توبہ قبول نہیں کی گئی۔ جبکہ ایک اور ویڈیو میں انہوں نے ایک نصیری کو قید کرنے کے بعد اس کی توبہ قبول کرنے کا اعلان کیا۔ اور یہ معاملہ کئی دفعہ سامنے آچکا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ داعش کی زیادہ تر سرگرمیاں دیگر جہادی تنظیموں کے خلاف ہی رہی ہیں۔ جبکہ کفار کے خلاف اس کی لڑائی کی کوششیں ذرا بھی قابل ذکر نہیں۔

اگر کفار سے اس کی لڑائی ثابت ہو بھی جائے اور اس کی فتوحات مان بھی لی جائیں، تب بھی اس سے اس کے غالی خارجی عقائد کی نفی نہیں ہوتی اور نہ اس کے دامن سے معصوم مسلمانوں کے خون کا داغ ختم ہوتا ہے۔

(4) خوارج امت کے بہترین لوگوں کے قتل کو اللہ کے قرب کا ذریعہ جانتے ہیں:

اور شام میں داعش نے مجاہدین کے بہترین لوگوں کو شہید کیا۔ جن کی صلاحیتوں کی وجہ سے کفر کو بہت نقصان پہنچا۔ ابو محمد ھارون، حسان العبود، ڈاکٹر ابو الریان، محمد فارس شہید رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر کئی مجاہدین جن پر پوری کتاب مرتب کی جاسکتی ہے۔ وہ ان کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ اور یہ سب ان کے تکفیری اور خارجی منہج کے خلاف تھے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ داعش میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور کے خوارج میں یہ بات بھی مشترک ہے۔ کہ یہ خوارج ہمیشہ سے ہی امت کے بہترین لوگوں کے قتل کو قرب الہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

قال الخارجی یزید بن عاصم المحاربی لعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنه یا علی : ابالقتل تخوفنا ؟

اما واللہ انی لارجو ان نضربکم بها عما قلیل غیر مصفحات ثم لتعلمن اینا اولی بها صلیا [66]

ایک خارجی یزید بن عاصم المحاربی نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا: اے علی کیا تم ہمیں قتل کرنے کی دھمکیاں دیتے ہو۔۔؟

اللہ کی قسم مجھے امید ہے کہ ہم تم سے لڑیں گے کہ تمہیں کوئی بچا نہیں سکے گا اور تم ضرور جان لوگے کہ اس (جہنم) کا زیادہ حق دار کون ہے۔۔!

---

(66) تاریخ الامم والملوک : 114/3

(5) بے گناہ لوگوں کا قتل:

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ اور کسی ایسے شخص کو قتل نہ کرو، جسے قتل کرنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے، اِلّا یہ کہ حق کی بنا پر (قتل کیا جائے)۔[الإسراء: 33]

مزید فرمایا: ﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿١٥١﴾﴾ آپ ان سے کہیے: ”آؤ! میں تمہیں پڑھ کر سناؤں کہ تمہارے رب نے تم پر کیا کچھ حرام کیا ہے اور وہ یہ باتیں ہیں کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اور یہ کہ والدین سے اچھا سلوک کرو، اور یہ کہ مفلسی کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو (کیونکہ) ہم ہی تمہیں رزق دیتے ہیں تو ان کو بھی ضرور دیں گے، اور یہ کہ بے حیائی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ، خواہ یہ کھلی ہوں یا چھپی ہوں، اور یہ کہ جس جان کے مارنے کو اللہ نے حرام کیا ہے اسے قتل نہ کرو، اِلّا یہ کہ حق کے ساتھ ہو۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کا اللہ نے تمہیں تاکیداً حکم دیا ہے۔ شاید کہ تم عقل سے کام لو۔[الأنعام: 151]

چنانچہ کسی جان کو قتل کرنے سے مراد یہ ہے کہ ایسے آدمی کو مارا جائے جس کا خون بہانا حرام ہو۔ یہ بہت بڑا مہلک گناہ ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَقَدْ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿٣٢﴾﴾ اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کے لیے (تورات میں) لکھ دیا تھا کہ ”اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جس نے ایک جان کو کسی جان

کے (بدلے کے) بغیر، یا زمین میں فساد کے بغیر قتل کیا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا اور جس نے کسی کو (قتل ناحق سے) بچا لیا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو بچا لیا اور بلاشبہ ان کے پاس ہمارے رسول واضح دلائل لے کر آئے، پھر بے شک ان میں سے بہت سے لوگ اس کے بعد بھی زمین میں یقیناً حد سے بڑھنے والے ہیں۔" [المائدة: 32]

داعشیو! تم نے بہت سے بے گناہ لوگوں کو صرف اس جرم میں قتل کر دیا کہ وہ تم جیسے نظریات نہیں رکھتے تھے، جبکہ وہ تم سے نہ جھگڑنے والے تھے اور نہ مسلح تھے۔[67]

بلکہ نبی کریم ﷺ تو اپنے منافق مخالفین کو بھی قتل نہیں کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے کسی کو انہیں قتل کرنے کی اجازت نہیں دی، اور فرمایا: «لا يتحدث الناس أن محمداً يقتل أصحابه» "کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کر رہا ہے۔"[68]

کہاں نبی مکرم ﷺ کا اسوہ حسنہ اور کہاں یہ لوگ۔۔۔!

(6) سفیروں کا قتل خوارج کا وطیرہ:

شام میں جب داعش کا فتنہ عام ہوا اور انہوں نے مختلف جہادی گروہوں سے قتال کیا تو جہادی قیادت میں سے کچھ لوگوں نے یہ سوچا کہ یہ وقت اس لڑائی کا نہیں۔ اسی سلسلہ میں احرار الشام کی طرف سے ڈاکٹر ابوریان کو سفیر کے طور پر بھیجا گیا۔ تاکہ مذاکرات کی بات کی جاسکے۔ مگر یہ خوارج اپنی حرکات سے باز نہ آئے۔ ان داعش کے خارجیوں نے ڈاکٹر ابو الریان کو بہت بے دردی سے شہید کیا۔ ایسا ہی کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور کے خوارج نے حارث بن مرہ العبدی رضی اللہ عنہ سے کیا تھا۔ جیسا کہ روایات میں آتا ہے۔

أنهم قتلوا رسول أمير المؤمنيين (عليه السلام) إليهم، وهو الحارث بن مرة العبدي.

---

(67) (صحيح البخاري: 4907، صحيح مسلم: 2584، عن جابر بن عبد الله رضى الله عنه)

(68) صحيح البخاري: 4907، صحيح مسلم: 2584، عن جابر بن عبد الله رضى الله عنه

خوارج نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کیطرف سے مذاکرات کیلئے بھیجے گئے قاصد کو شہید کیا جنکا نام حارث بن مرہ العبدی تھا۔[69]

دین کی جن باتوں کو جاننا لازم ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سفیروں کا قتل حرام ہے۔ سفیروں سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں ایک قوم دوسری قوم کی طرف بھیجتی ہے تاکہ وہ اس کا کوئی اہم پیغام، صلح وغیرہ کا پہنچادیں۔

چنانچہ سفیروں کو خصوصی طور پر کچھ کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "سفیروں کو قتل نہ کرنا پرانا رواج چلا آرہا ہے۔"[70]

صحافی حضرات اگر سچے ہوں، جاسوس نہ ہوں تو وہ بھی سفیر کہلائے جاسکتے ہیں[71] کیونکہ ان کا کام بھی یہی ہوتا ہے کہ حقیقت لوگوں کے سامنے لاتے ہیں۔ اور تم نے بغیر کسی نرمی کے کئی صحافیوں کو قتل کر دیا ہے۔ ان میں سے بعض ایسے بھی تھے کہ ان کی ماؤں نے تم سے رحم کی اپیل کی، تمہارے سامنے گڑگڑائیں، لیکن تم نے بے رحمی کا مظاہرہ کیا۔

اسی طرح خیراتی اداروں میں کام کرنے والے بھی سفیر ہی ہوتے ہیں۔ شفقت اور خیر کے سفیر۔ تم نے ان میں سے بھی بعض لوگوں کو قتل کیا ہے۔

یہ جو کچھ داعش نے کیا ہے، سب بالاتفاق حرام ہے۔ اس سے مسلمانوں کی جو قبیح تصویر سامنے آتی ہے اور اور بذات خود جو اسلام کی تصویر بنتی ہے، وہ تو بہت بڑا نقصان ہے۔ اور ایسا ہو چکا ہے!!!

---

(69) مروج الذهب ج2ص404 و405 الإمامة والسياسة ج1ص147 وغير ذلك

(70) مسند أحمد: 3761، مسند أبي داؤد الطيالسي: 248، شواہد کی بناء پر صحیح ہے۔

(71) یہ ایک اجتہادی تعبیر ہے اور بہت سے معاشرے اس مفہوم پر متفق ہیں۔

(7) خوارج اپنے مخالفین کو گالی گلوچ کرتے ہیں:

جیسا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور کے خوارج ان پر سب و شتم کرتے تھے ویسے ہی یہ داعش کے خوارج آج حقیقی مجاہدین فی سبیل اللہ پر سب و شتم کرتے نظر آتے ہیں۔ کبھی کفر کے فتوے اور کبھی "متعہ کی اولاد" جیسے القابات اور کبھی "صحوات" جیسے غلیظ الفاظ سے منسوب کرتے ہیں[72] کچھ ایسا ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور کے خوارج نے ان کیساتھ بھی کیا تھا۔

ان الخوارج قاموا على علی رضی الله عنه وهو يخطب الناس وبالغوا فی النكير عليه وصرحوا بكفره وتعرضوا لعلي في خطبه وأسمعوه السب والشتم والتعريض بآيات من القرآن وذلک ان عليا قام خطيبا فذكر امر الخوارج مذمه وعابه [73]

دوران خطبہ ہی خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بولتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے واضح الفاظ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تکفیر کر دی، خطبہ پر تنقید کرنے لگے، قرآن کی آیات کو لے کر ان پر گالی گلوچ کرنے لگے۔

(8) جو ان کی جماعت کو چھوڑ جاتا ہے وہ کافر اور مرتد قرار پاتا ہے

جو شخص ان کی جماعت کو چھوڑ جاتا ہے یا کسی بھی طریقے سے ان سے علیحدگی اختیار کر لیتا ہے یہ لوگ اسے کبھی منافق قرار دیتے ہیں کبھی مرتد اور کبھی کافر قرار دیتے ہیں اور پھر اس کے خلاف لڑنے کو اصلی کفار سے کیے جانے والے جہاد سے زیادہ افضل جہاد سمجھتے ہیں۔ شام میں داعش نے قاضی ابو ھمام کو انہوں نے اسی وجہ سے قتل کیا کیونکہ انہوں نے داعش کے گندے رستے کو ترک کیا تھا۔ انکے ترجمان ابو محمد العدنانی نے اپنے پیغام "ھذہ

---

(72) ان تمام باتوں کا ویڈیو ثبوت شامی تنظیم جبھتہ الاسلامیہ کی طرف سے بنائی گئی ویڈیو ڈاکومنٹری "كشف القناع بالحجة والاقناع" میں موجود ہیں۔

(73) البداية والنهاية : 285/7

وعدہ اللہ" میں واضح کہا: "کہ جو تمہیں چھوڑ جائے اسکی کھوپڑی کو گولیوں سے بھون ڈالو اور جو کچھ اس کے اندر ہے اسے خالی کر دو"۔

کچھ ایسا ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور کے خوارج نے قبیصۃ بن والق رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا۔

أن الخارجی شبیب بن یزید قام خطیبا عندما قتل قبیصة بن والق رضی اللہ عنه فقال: قتلتم قبیصة بن والق التغلبی یا معشر المسلمین ! قال اللہ: ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ﴾ هذا مثل ابن عمكم قبیصة بن والق، أتى رسول اللہ صلى اللہ علیه وسلم فأسلم، ثم جاء یقاتلکم مع الکافرین![74]

جب قبیصہ بن والق رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو شبیب بن زید خارجی خطاب کرنے کھڑا ہوا اور کہتا ہے:

اے مسلمانوں کی جماعت! تم نے قبیصہ بن والق التغلبی کو قتل کیا، اللہ تعالی نے فرمایا: "اور انہیں اس شخص کی خبر پڑھ کر سنا جسے ہم نے اپنے آیات عطا کیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا پھر شیطان نے اسے پیچھے لگا لیا تو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔"

یہ تمہارے چچا کے بیٹے قبیصہ بن والق کی مثال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اسلام قبول کیا اور پھر کفار (حضرت علیؓ اور انکی جماعت) کے ساتھ مل کر تم سے قتال کرنا شروع ہو گیا۔

(9) خوارج لالچ کی بنیاد پر امت کے بہترین لوگوں کا قتل کرتے ہیں

اے داعش کے خوارج! تمہارا کمانڈر زھران علوش رحمۃ اللہ علیہ جیسے مجاہدوں پر قتل کا انعام رکھنا بھی کوئی نئی بات نہیں۔ اس سے پہلے تمہارے ہی ٹولے کے ایک شخص نے ایک

(74) تاریخ الامم والملوک : 582/3

خارجی حسینہ سے صرف شادی کرنے کیلیئے اس کے کہنے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قتل کیا۔

أن الخارجي عبد الرحمن ابن ملجم خَطَبَ ، فَقَالَتْ : لا أَتزَوَّجُ حَتَّى تَشْتَفِيَ لِي ، قَالَ : وَمَا تَشَائِينَ ؟ قَالَتْ : ثَلاثَةُ آلافٍ ، وَعَبْدٌ ، وَقَيْنَةٌ ، وَقَتْلُ عَلِيِّ بن أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ

خارجی شخص عبد الرحمن ابن ملجم نے ایک خارجی عورت قطام بنت الشحنہ کو شادی کا پیغام بھیجا تو اس نے کہا: میں تم سے اس وقت تک شادی نہیں کروں گی حتی کہ تم مجھے سکون پہنچا دو۔

اس نے کہا: تو کیا چاہتی ہے؟

اس عورت نے کہا: تین ہزار اور ایک غلام اور ایک ناچنے گانے والی عورت اور علی بن ابو طالب کا قتل۔۔۔[75]

(10) خوارج اپنے مخالفین سے لڑائی کو جہاد سمجھتے ہیں

اسی طرح شام اور افغانستان میں داعش نے ہر اس جماعت سے لڑائی کی جس نے ان موقف کی مخالفت کی۔ داعش میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور کے خوارج میں بھی یہ بات مشترک ہے جیسا کہ تاریخ ابن کثیر میں آیا ہے:

أن زيد بن حصن الطائي خطب الخوارج قائلا : فأشهد أهل دعوتنا من أهل قبلتنا أنهم قد اتبعوا الهوى ، ونبذوا حكم الكتاب ، وجاروا في القول والعمل ، وأن جهادهم حق على المؤمنين !!

زید بن حصن الطائی نے خوارج سے خطاب کرتے ہوئے کہا: "ہمارے ہم عقیدہ اور ہم قبلہ لوگو! گواہ ہو جاؤ، تحقیق انہوں نے (حضرت علیؓ نے) خواہشات کی پیروی کی ہے

(75) المعجم الكبير للطبراني : 97/1

اور قرآن کے حکم کو پس پشت پھینک دیا، قول و عمل میں زیادتی کی ہے اور یقیناً ان (حضرت علیؓ) سے جہاد کرنا مؤمنین کا حق ہے۔" (76)

(11) جہادی احکام کی چند تفصیلات:

یہاں پر ضروری محسوس ہوتا ہے کہ صحیح جہاد کے متعلق چند فقہی باتیں ذکر کر دی جائیں اور اس کے خلاف جو باتیں مشہور ہیں، ان کی تردید کر دی جائے۔

① آیت: ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ کی وضاحت:

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو مبعوث فرمایا تو آپ کے زمانہ اور بعد میں خلفاء کے زمانہ میں دیگر ادیانِ باطلہ کے پیروکار اپنی مرضی اور خوشی سے مشرف بہ اسلام ہوتے تھے۔ کبھی بھی کسی کو دینِ اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا۔ آپ ﷺ صرف انہی لوگوں سے لڑتے تھے جو آپ کے مقابلہ میں نکلتے اور جنگ کرتے تھے۔

البتہ جو لوگ امن و سلامتی سے رہے اور لڑائی نہ کی تو آپ ﷺ نے بھی انہیں اپنے رب تعالیٰ کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے دین اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ﴾

دین (کے معاملہ) میں کوئی زبردستی نہیں۔ ہدایت گمراہی کے مقابلہ میں بالکل واضح ہو چکی ہے۔[البقرة : 256]

یہاں نفی، نہی کے معنیٰ میں ہے یعنی کسی کو بھی دین کے معاملہ میں مجبور نہ کرو۔

جو شخص سیرت نبوی کو غور سے پڑھتا ہے، اس پر یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی بھی کسی کو اسلام قبول کرنے پر بزورِ طاقت مجبور نہیں کیا۔

---

(76) البداية :10/578-579

آپ ﷺ نے صرف انہی لوگوں کے خلاف جہاد کیا، جنہوں نے آپ ﷺ سے لڑائی کی۔

چنانچہ جو لوگ امن وسلامتی سے رہے اور آپ ﷺ سے لڑائی نہیں تو جب تک وہ صلح صفائی سے رہے، آپ ﷺ نے بھی ان سے کیا ہوا وعدہ نہیں توڑا۔

بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو خود آپ ﷺ کو حکم دیا تھا کہ جب تک وہ معاہدوں کی پابندی کریں، آپ ﷺ بھی وعدوں کی پاسداری کریں۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ط﴾

تو جب تک وہ تمہارے ساتھ سیدھے رہیں، تم بھی ان کے ساتھ سیدھے رہو۔[التوبة: 7] (77)

امام ابن عَرَفہ (المتوفیٰ: 803ھ) اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”میرے نزدیک صحیح بات یہی ہے کہ اس آیت سے اس کا ظاہری مفہوم مراد لیا جائے۔ لفظی اور معنوی دونوں اعتبار سے یہ خبر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عقائد کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں۔ اس آیت میں نفی کو نہی سے بدلنے والے سے مذکورہ بالا مفہوم زیادہ بہتر ہے۔ امیر ابوالحسن علی مُرَینی کے بیٹے ابو عمر نے اپنے دورِ حکومت میں اپنی سلطنت میں بسنے والے سارے عیسائیوں اور ذمیوں کو جمع کیا اور کہا: ”مسلمان ہو جاؤ یا مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔“

اس پر فقہیانِ شہر نے اعتراض کیا اور اسے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے سے باز رکھا۔ دراصل یہ حکمران آدھا پاگل تھا۔ (78)

مشہور مقولہ ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ لہٰذا جہلاء کے افعال اور سمجھ داروں کے کردار میں خود ہی فرق کر لیں۔

---

(77) هداية الحَيَارى من أجوبة اليهود والنصارى لابن قيم، ص: 237

(78) تفسير ابن عرفة: 312/1

② فتوحات اسلامیہ:

جہاں تک اقدامی جہاد کا تعلق ہے تو اسے جنگی حکمت عملی، شرعی، سیاسی اور عسکری اندازوں کے مطابق اپنانا اور کھڑا کرنا حکمرانوں کی ذمہ داری ہے۔ جیسا کہ ہر زمان ومکان میں سبھی ممالک ایسا کرتے رہے ہیں۔ اس میں اندھا دھند کاروائی نہیں کرنی ہوتی۔

③ اسلوبِ جہاد:

ہماری مہربان شریعت میں جو اسلوبِ جہاد ہے، اس کا خلاصہ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان میں موجود ہے: «اُغْزُوا وَلَا تَغُلُّوا، وَلَا تَغْدِرُوا، وَلَا تَمْثُلُوا، وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا».

اللہ کا نام لے کر جہاد کرو۔ خیانت نہ کرنا، معاہدوں کی خلاف ورزی نہ کرنا، مُثلہ نہ کرنا اور نہ کسی بچے کو قتل کرنا۔[79]

اسی طرح سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب لشکر تیار کیا اور اسے شام کی طرف روانہ کرنے لگے تو فرمایا: ''وہاں تمہیں ایسے لوگ بھی نظر آئیں گے جو گرجوں میں مصروفِ عبادت ہوں گے اور انہوں نے اپنے آپ کو اندر ہی قید کر رکھا ہو گا، انہیں کچھ نہ کہنا، کچھ ایسے لوگ ملیں گے جو شیطان کے آلہ کار ہوں گے، ان کا سر تن سے جدا کر دینا، کسی بوڑھے، عورت اور بچے کو قتل نہ کرنا، کسی آبادی کو کھنڈر نہ بنانا، بغیر فائدہ کے درخت اور جانوروں کی ٹانگیں نہ کاٹنا، کھجور کے درختوں کو جلانا، نہ پانی میں بہانا، وعدہ خلافی نہ کرنا، مُثلہ نہ کرنا، بزدلی کا مظاہرہ نہ کرنا اور نہ خیانت کرنا۔[80] یہ بات ذہن نشین کرلو کہ ﴿وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝٤٠﴾

---

(79) صحیح مسلم : 1731

(80) مؤطا امام مالک : 1627، سنن الکبری للبیھقی : ج 9 ، ص 90

اللہ ایسے لوگوں کی ضرور مدد کرتا ہے جو اس (کے دین) کی مدد کرتے ہیں۔ اللہ یقیناً بڑا طاقتور اور سب پر غالب ہے۔[الحج: 40]

اسی طرح کی بات سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح سند سے مروی ہے۔ علی بن حسین المعروف زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مروان نے مدینہ پر اپنی گورنری کے زمانہ میں مجھے کہا: ''مغلوب لوگوں سے بہترین انداز سے پیش آنے میں تمہارے دادا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے زیادہ اچھا میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ جنگ جمل میں جب وہ ہم پر غالب آگئے تھے تو جو سلوک انہوں نے ہم سے کیا تھا، اس کا قصہ سناؤں؟''

میں نے کہا: ''امیر کی مرضی ہے۔''

کہنے لگا: ''اس دن جب ہم آمنے سامنے ہوئے تو تیاری کی اور ایک دوسرے پر حملہ کر دیا۔ تھوڑی دیر میں ہی اہل بصرہ شکست سے دوچار ہو گئے۔ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک اعلان کرنے والا اونچی آواز میں اعلان کرنے لگا: ''کسی بھاگنے والے کو قتل نہ کیا جائے۔ کسی زخمی کو قتل کی نیت سے پکڑا نہ جائے۔ جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے اور جو ہتھیار پھینک دے، اسے ہماری طرف سے جان کی امان ہے۔''

مروان کہتا ہے: ''میں بھی کسی کے گھر میں چلا گیا۔ پھر میں نے وہاں سے حسن وحسین، عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم کو پیغام بھیجا کہ میرے بارے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بات کریں۔ انہوں نے بات کی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اسے بھی امان حاصل ہے۔ جہاں چاہے، چلا جائے۔'' [81]

---

(81) کہاں یہ پختہ امان اور کہاں دھوکے بازوں اور سرکشوں کی امان! ایک داعشی لیڈر نے ایک سنی سعود ابو صالح کو جو حافظِ قرآن اور طالب علم تھے، عراق کے شہر موصل میں پہلے امان دی، پھر اپنی امان کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اسے قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں تباہ وبرباد کریں۔

میں نے کہا: "اللہ کی قسم! مجھے اس وقت تک چین نہیں آئے گا جب تک ان کی بیعت نہ کرلوں۔ پھر میں نے ان کی بیعت کرلی۔ پھر انہوں نے کہا: "جہاں مرضی چلے جاؤ۔"[(82)]

④ قیدیوں کا قتل:

داعش کے خوارج نے بہت سے قیدیوں کو، جن میں مسلمان بھی تھے، بغیر کسی شرعی وجہ اور غور وفکر کے قتل اور ذبح کیا ہے۔

داعشی جنگجوؤں نے تکریت شہر کے سبایکر کیمپ میں جون 2014ء میں 1700 قیدیوں کو قتل کیا۔ میدانِ غازِ شاعر میں انہوں نے جولائی 2014ء میں 200 قیدیوں کو قتل کیا۔ اگست 2014ء میں مسلمانوں کے قبیلہ شعیطات کے 700 قیدیوں کو زُوْر گر جا گھر میں قتل کیا جن میں سے 600 نہتے شہری تھے۔

اس کے علاوہ بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

امام قرافی رحمۃ اللہ علیہ نے عمومی قیدیوں سے معاملات کرنے میں سے قتل کرنے، قیدی بنانے، احسان کرنے، فدیہ لے کر چھوڑنے اور جزیہ لینے کو امام کا حق قرار دیا ہے۔ پھر فرماتے ہیں: "ان پانچوں میں سے امیر جو کام بھی کرے گا، اپنی خواہش نفس کے تحت یا کسی کو ہلکا سمجھ کر نہیں کرے گا۔ بلکہ اس پر لازم ہے کہ خوب غور وفکر سے کام لے کہ کس کام میں مسلمانوں کا زیادہ فائدہ ہے۔

جب خوب غور وفکر اور سوچ بچار کے بعد کسی ایک پر دل مطمئن ہو جائے کہ یہی مسلمانوں کے حق میں سب سے زیادہ بہتر ہے تو پھر وہی کام کرے۔"[(83)]

---

(82) سنن سعید بن منصور: 2947

(83) الفروق للقرافي: 17/3، مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: مجموع فتاویٰ الشیخ ابن عثیمین: 384/25

جہاں تک ان کے کارناموں کی بات ہے جو بالکل شریعت کے خلاف ہیں تو یہ دراصل مسلمانوں کی تکفیر اور ان کی جان ومال کو حلال سمجھنے کی بنیاد پر کھڑے ہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔

قیدیوں کے بارے میں فرمان باری تعالیٰ بھی ملاحظہ کرلیں: ﴿فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا﴾

پھر اس کے بعد یا تو ان پر احسان کر دیا تاوان لے کر چھوڑ دو۔ حتیٰ کہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے۔[محمد: 4]

امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے قیدیوں سے حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے۔" (84)

اسی طرح کا قول مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اور سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مروی ہے۔(85)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں قیدیوں سے احترام واِکرام سے پیش آنے کا حکم دیا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝۸﴾

اور خود کھانے کی محبت کے باوجود وہ مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلا دیتے ہیں۔[الإنسان: 8]

قیدیوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمومی سنت وہی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر اپنائی کہ انہیں معاف کر دیا جائے۔(86)

---

(84) جامع البيان المعروف تفسير الطبري: 544/23

(85) تفسير البغوي: 294/8

(86) «طلقاء» یعنی معاف کردہ لوگوں کے بارے میں دیکھیے: صحيح البخاري: 4332، صحيح مسلم: 2405، نیز دیکھیے: سلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني: 3260

البتہ مختلف غزوات میں خاص قیدیوں کو قتل ضرور کروایا ہے لیکن داعش کا رویہ ---بغیر کسی تخصیص کے سارے قیدیوں کو قتل کر دینا نبی کریم ﷺ کی عمومی سنت کے خلاف ہے۔

⑤ دورانِ جہاد جنگجوؤں کے علاوہ کسی کو قتل نہ کیا جائے:

شرعی جہاد کا ایک اسلوب یہ بھی ہے کہ اس میں صرف جنگجوؤں کو قتل کیا جاتا ہے۔ جان بوجھ کر جنگجوؤں کے اہل خانہ اور لڑائی سے دور لوگوں کو قتل کرنا حرام ہے۔

اگر وہ بطور اعتراض کہیں کہ جب نبی کریم ﷺ سے مشرکوں کے بچوں اور عورتوں کے بارے میں پوچھا گیا، جو دورانِ جہاد مارے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ انہی میں سے ہیں۔“ (87)

تو اس کا جواب امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول یہ ہے کہ اس حدیث میں غلطی سے بے گناہوں کے قتل کی طرف اشارہ ہے کہ جب بے گناہ اولاد اور جنگجو باپ میں فرق نہ ہو سکے۔ (88)

اس میں جان بوجھ کر بے گناہ لوگوں کو مارنے کی ہرگز کوئی دلیل نہیں ہے، جیسا کہ داعش کے دھماکوں سے ہوتا ہے۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ ”اور ان پر سختی کرو۔“ [التوبة: 73] اور ﴿وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً﴾ ”اور ان کے ساتھ تمہیں سختی سے پیش آنا چاہیے۔“ [التوبة: 123] کا تعلق ہے تو یہ فرامینِ گرامی عمومی طور پر رحمت وحکمت کے استعمال کے خلاف نہیں ہے کیونکہ ان آیات میں تو صرف منظم شرعی قتال کے دوران سختی کا حکم ہے، عمومی طور پر نہیں۔

---

(87) صحيح البخاري: 3012، صحيح مسلم: 1745، یہ روایت سیدنا صَعب بن جَثّامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(88) معالم السنن للخطابي: 282/2

(12) اندھا دھند تکفیر کے نقصانات:

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”کسی بھی مسلمان شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ سورج سے زیادہ واضح دلائل کی عدم موجودگی میں کسی دوسرے مسلمان کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے اور دائرہ کفر میں داخل ہونے کا فتویٰ دے۔ کیونکہ صحابہ کی ایک بڑی جماعت سے مروی احادیث سے یہ بات بالکل ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «أَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا. وفي رواية: فقد كَفَرَ أَحَدُهُمَا».

جس کسی نے اپنے مسلمان بھائی کو ”اے کافر!“ کہہ کر پکارا تو ان دونوں میں سے ایک کافر ہو جائے گا۔[89]

ان احادیث اور ان جیسی دیگر احادیث میں کسی کو کافر قرار دینے میں جلد بازی سے زبردست ڈانٹ ڈپٹ کر کے روکا گیا ہے۔[90]

اسی طرح تکفیر کے بارے میں غلط فہمی کے نتائج میں سے اہم ترین نتیجہ یہ ہے کہ بعض مبلغین بھی اس غلو کا شکار ہو کر تکفیر جیسے اہم اعتقادی معاملات میں ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمۃ اللہ علیہم جیسے اہل علم کے اقوال سے بھی آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

(13) موجودہ تکفیری سوچ کا سرغنہ سید قطب ہے:

تکفیری سوچ کے حاملین کی لسٹ تو بہت لمبی ہے، لیکن بطور مثال مشہور اخوانی داعی سید قطب کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے: ”آج انسانیت لوٹ کر بندوں کی غلامی میں داخل ہوگئی ہے۔ وہ دوسرے ادیان کے مظالم سہہ رہی ہے اور اس عظیم شہادت سے اس نے روگردانی اختیار کرلی ہے۔ اگرچہ انسانیت کی آبادی کا ایک حصہ مسجدوں سے اذانوں کے ذریعہ روز و شب «لا إله إلا الله» کی شہادت نشر کر رہا ہے۔“[91]

---

(89) صحيح البخاري: 6104، صحيح مسلم: 60، الأدب المفرد للبخاري: 440
(90) السيل الجرار للشوكاني: 878/4
(91) في ظلال القرآن، ص: 2009، سورة الأنعام، آيات: 19 - 12

اپنی دوسری کتاب میں لکھتا ہے: ”آج ہم جس جاہلیت کا سامنا کر رہے ہیں، یہ وہی جاہلیت ہے جو اسلام کے آغاز کے وقت تھی، بلکہ اس سے بھی گئی گزری ہے۔ ہمارے ارد گرد ہر چیز جاہلیت کا نشان ہے، مثلاً: لوگوں کے تصورات اور عقائد، عادات اور اطوار، تہذیب وثقافت، فنون وآداب، اصول وقوانین وغیرہ۔ حتیٰ کہ اکثر اوقات جسے ہم اسلامی ثقافت، فلسفہ اور فکر سمجھ رہے ہوتے ہیں، وہ بھی اسی جاہلیت کا شاخسانہ ہوتا ہے۔“[92]

اپنی ایک اور کتاب میں لکھتا ہے: ”جب ہم دین واسلام کے مفہوم کے بارے میں اس الٰہی تقریر کی روشنی میں ساری سطح زمین کو دیکھتے ہیں تو اس دین کا کہیں وجود نظر نہیں آتا۔ یہ وجود اس دن سے غائب ہے جب سے مسلمانوں کے آخری گروہ نے انسانی زندگی میں توحیدِ حاکمیت کو اختیار کرنے سے گریز کیا۔ یہ وہ دن تھا جب مسلمانوں نے اپنی زندگی کے سارے معاملات میں صرف شریعت سے فیصلہ کروانے سے انکار کر دیا تھا۔“[93]

اس کے علاوہ بھی اس کی کتب اور رسائل میں بہت سے مقامات پر تکفیر کی تپش محسوس ہوتی ہے۔

(14) سید قطب کے تکفیری ہونے پر جہادیوں اور تکفیریوں کے اعترافات:

عصر حاضر کے مشہور تکفیری سوچ کے بانی ایمن الظواہری نے بغیر کسی لگی لپٹی کے سید قطب میں اس انتہائی تکفیری سوچ کے ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ کہتا ہے: ”سید قطب کی کتابیں وہ بارود تھیں جنہوں نے امت میں جہادی سوچ کو پیدا کر دیا۔ سید قطب ہی وہ ہستی ہے جس نے اپنی معرکۃ الآراء «معالم في الطريق» میں جہادی دستور مرتب کیا ہے۔ سید قطب ہی یہ اصولی رائے پیش کرنے والے ہیں۔ اسلام کے اندرونی اور بیرونی ہر قسم کے دشمنوں

(92) معالم في الطريق، ص: 21
(93) العدالة الاجتماعية، ص: 183

کے خلاف اسلامی تحریک کو کھڑا کرنے میں انہی کی سوچ نے بیج کا کام کیا۔ جو اب روز بروز ایک تناور درخت بنتی چلی جارہی ہے۔"[94]

موجودہ تحریکوں کا ایک بڑا قائد ابو مصعب السُوری کہتا ہے: "بلاشبہ استاد سید قطب شہید ہی عصر حاضر میں جہادی فکر کے بالاتفاق سپہ سالار ہیں۔ انہی کے افکار و نظریات سے موجودہ جہادی رجحان میں تکفیری منہج اور تحریکی نظریات پیدا ہوئے ہیں۔ ان کی شاہکار کتابیں بجا طور پر عربی اور اسلامی دنیا میں پائے جانے والے موجودہ جہادی رجحان کی فکری اور منہجی بنیادیں مانی جاتی ہیں۔ آپ کی یگانہ روز گار کتاب «في ظلال القرآن»، جو مفسرین کے نقل کردہ آثار[95] کی روشنی میں آیاتِ قرآن کی تحریکی تفسیر ہے، موجودہ جہادی فکر کے تحریکی اور سید قطب کے ذاتی نظریات کا خلاصہ ہے۔

ان کی کتاب «معالم في الطريق» مختصر ہونے کے باوجود بہت اہم ہے اور اس میں اس فکر اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے انقلابی تحریکی جہادی نظریات کا خلاصہ موجود ہے۔ آپ کے وسیع مکتبِ فکر نے چند دیگر کتابوں، مثلاً: «خصائص التصور الإسلامي»، «هذا الدين» ، «جاهلية القرن العشرين»[96] وغیرہ سے موجودہ جہادی تحریک کا منہج مکمل بنادیا ہے جو موجودہ مرحلہ کے لیے مناسب ہے۔

---

(94) دیکھیے روزنامہ "الشرق الأوسط"، بتاریخ: 10 رمضان 1422ھ

(95) ان میں سے اکثر آثار ثابت ہیں، نہ صحیح ہیں۔

(96) یہ کتاب سید قطب کے سگے بھائی محمد قطب کی تالیف ہے۔

سید قطب نے اپنے افکار کے نفاذ کے لیے خوب کوششیں کی ہیں۔ انہوں نے انہی نظریات کی بنیاد پر [97] اخوان المسلمین کے نوجوان مجاہدوں کے گروپ پر مشتمل پہلی خفیہ جہادی تنظیم بنانے کی بھی کوشش کی تھی۔" انتہی [98]

پھر دیکھیے کہ تکفیریوں کے امام ابو محمد المقدسی فخریہ انداز میں سید قطب کی خوبیاں کرتے ہوئے کہتا ہے: العلَم المجاهد العملاق الذی تتلمذنا فی بدایة الهدایة علی «معالمه» وتفیأنا «ظلاله»۔۔۔ [99]

"چمکتے ہوئے ستارے اور عبقری مجاہد جس کے "نشانِ راہ" [100] سے ہم نے ابتدائی طور پر ہدایت لی اور جس کے "سائے" [101] سے ہم نے راحت حاصل کی۔"

پھر اعتراف کرتے ہوئے کہتا ہے: "میں نے ایک لمبا عرصہ "اخوان" کی ایک اصلاحی شاخ میں گزارا ہے جنہوں نے ابتدائی دور میں ہمیں «في ظلال القرآن»، «معالم في الطريق» اور ان کے علاوہ سید قطب، محمد قطب اور مودودی کی کتابیں گھوٹ گھوٹ کر پلائیں۔" [102]

بتائیے جس کے بنیادی شعور کی گھٹی اور ابتدائی نظریات کی بنیاد سید قطب کی کتابوں اور غالی افکار پر ہو، اس سے کیا امید رکھی جا سکتی ہے؟

اسلامی (درحقیقت تکفیری) تحریکوں کے سرگرم وکیل مُنْتَصِر زَیَّات نے سید قطب سے متعلقہ ان تمام باتوں کا اعتراف کرتے ہوئے بتاریخ: 13 ستمبر 2012ء کو کہا: "جب بھی عالم عرب اور اسلام میں عمومی طور پر اور مصر میں خصوصی طور پر تکفیری

---

(97) اسی طرح سید قطب نے خود اپنی کتاب «لماذا أعدموني؟» میں اس بات کا اعتراف کیا ہے۔
(98) دعوة المقاومة الإسلامية، ص: 650
(99) میزان الاعتدال، ص: 1
(100) سید قطب کی کتاب «معالم في الطريق» کی طرف اشارہ ہے۔
(101) یہاں پر «في ظلال القرآن» کی طرف اشارہ ہے۔
(102) میزان الاعتدال، ص: 3

تحریکات کا تذکرہ ہوتا ہے تو سید قطب کا ذکر ضروری ہوتا ہے کیونکہ یہی ان تکفیری تحریکات کا روحانی باپ ہے۔ سب اسی کی بجائی ہوئی ڈفلی پر ناچتے ہیں، اس کی باتوں کو دہراتے ہیں اور اس کی کتاب «معالم في الطريق» کے اقتباسات پیش کرتے ہیں، جسے ان لوگوں نے اپنا آئین بنا رکھا ہے۔ روئے زمین پر اس کے نظریات کے نفاذ کے لیے پوری کرشش کرتے ہیں۔"[103]

اس کے علاوہ عصر حاضر کے مشہور اخوانی داعی ڈاکٹر یوسف قرضاوی نے بھی اپنی ویب سائٹ پر سید قطب کی تکفیریت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا ہے: «خَرَجَ (سِيدُ قطْب) -في النِّهايةِ- بنتائجَ عن تكفيرِ المُجتمع وجاهليَّتِهِ ... »
"آخر کار سید قطب نے یہ نتائج اخذ کیے کہ معاشرہ اپنی جاہلیت سمیت کافر ہو چکا ہے۔" [104]

اپنی ایک کتاب میں لکھتا ہے: "اس مرحلہ پر سید قطب کی کتابیں سامنے آئیں جو ان کی سوچ کے آخری مرحلہ کو ظاہر کرتی تھیں۔ ان سے معاشرہ کی تکفیر، اسلامی نظام کی طرف دعوت کو مؤخر کرنے اور سب لوگوں کے خلاف جارحانہ جہاد کا اعلان ابل ابل کر باہر نکل رہا تھا۔

یہ سوچ سید قطب کی کتب «في ظلال القرآن»، «معالم في الطريق» اور «الإسلام ومشكلات الحضارة الإسلامية» سے ممکنہ حد تک بالکل واضح ہے۔[105]

محمود عبد الحلیم کی کتاب «الإخوان المسلمون، أحداث صنعت التاريخ: 373/3، 418» میں اخوانیوں کے متعدد تکفیری نظریات کی طرف اشارات موجود ہیں جو لوگوں پر حملہ کرنے، ان کی تکفیر کرنے اور انہیں مارنے کی ترغیب پر مشتمل ہیں۔

---

(103) دیکھیے نیٹ پر موجود رسالہ «الوطن» بتاریخ: 13 ستمبر 2012ء

(104) دیکھیے: موقع إسلام أون لاين. نت
http://fatwa.islamonline.net/

(105) أولويّات الحركة الإسلامية، ص: 110

(15) تکفیر کے ضوابط واحکام:

پچھلی گزارشات کی روشنی میں تکفیر کے اصول و قواعد کچھ یوں بیان کیے جائیں گے:

اصولی طور پر مسلمان ہی مانا جائے گا:

ہر وہ شخص جو «لا إله إلا الله محمد رسول الله» کا اقرار کرتا ہے، وہ مسلمان ہے۔ جب تک تکفیر کی شرائط اس میں نہ پائی جائیں اور تکفیر کرنے میں موجود رکاوٹیں ختم نہ ہو جائیں، اس کی تکفیر نہیں کی جاسکتی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجموع الفتاویٰ: **118/14** میں تکفیر کی شرائط بیان کی ہیں۔ کفریہ کلمات کہنے والے کے بارے میں کہتے ہیں: "1 جو کہہ رہا ہے، اسے جانتا ہو۔ 2 بااختیار ہو۔ 3 جو کہہ رہا ہے، جان بوجھ کر کہے۔ تب اس کی تکفیر کی جائے گی۔"

اس کے برعکس اگر اسے علم نہ ہو، بے اختیار ہو یا بھول کر کہہ رہا ہو تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ یہ چیزیں تکفیر کرنے میں رکاوٹ ہیں۔[106]

رب العالمین کا فرمانِ عالی شان ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ فَتَبَيَّنُواْ وَلَا تَقُولُواْ لِمَنۡ أَلۡقَىٰٓ إِلَيۡكُمُ ٱلسَّلَٰمَ لَسۡتَ مُؤۡمِنٗا تَبۡتَغُونَ عَرَضَ ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا فَعِندَ ٱللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٞۚ كَذَٰلِكَ كُنتُم مِّن قَبۡلُ فَمَنَّ ٱللَّهُ عَلَيۡكُمۡ فَتَبَيَّنُوٓاْۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِمَا تَعۡمَلُونَ خَبِيرٗا ﴿٩٤﴾﴾

اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں سفر کرو (جہاد پر نکلو) تو اگر کوئی شخص تمھیں سلام کہے تو اسے یہ نہ کہا کرو کہ تم تو مومن نہیں۔ بلکہ اس کی تحقیق کر لیا کرو۔ اگر تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہتے ہو تو اللہ کے ہاں بہت سے اموال غنیمت ہیں۔ اس سے پہلے

---

(106) مزید تفصیل کے لیے مجموع الفتاویٰ: 373/10 اور 487/12 ملاحظہ فرمائیں۔

تمہاری اپنی بھی یہی صورت حال تھی۔ پھر اللہ نے تم پر احسان کیا، لہٰذا تحقیق ضرور کر لیا کرو ۔اور جو کچھ تم کرتے ہو، یقیناً اللہ اس سے خبر دار ہے۔[النساء: 94]

﴿فَتَبَيَّنُوا﴾ "تو تحقیق کر لیا کرو۔" کا مطلب ہے کہ جو شخص اسلام کا اظہار کرے تو اس سے تب تک ہاتھ اٹھالینا واجب ہے، جب تک اس سے کلمہ کے خلاف اقوال وافعال سرزد نہ ہوں۔ یہ مفہوم شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔[107]

رسول اللہ ﷺ کا فرمان عبرت نشان ہے: «وَيْلَكُمْ، أَوْ وَيْحَكُمْ، انْظُرُوا، لاَ تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ».

افسوس! دیکھنا، میرے بعد پھر کافروں جیسے کام نہ شروع کر دینا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنا شروع کر دو۔[108]

اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ: «فَمَنْ قَالَ: لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي نَفْسَهُ وَمَالَهُ، إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ».

جس نے «لا إله إلا الله» کہہ دیا، اس کی جان اور مال ہم سے محفوظ ہے مگر حق اسلام کی وجہ سے (پھر بھی قتال کیا جا سکتا ہے۔) البتہ اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔[109]

(16) داعش کی غیر محتاط اور کھلم کھلا تمام اسلامی فوجوں کی تکفیر:

مشہور داعشی ابو محمد عدنانی تکفیری اپنے خطاب بنام: «عُذراً أميرَ القاعدة» میں بے دھڑک مصری، پاکستانی، افغانی، تیونسی، لیبیائی اور یمنی وغیرہ تمام فوجوں اور ان کے مددگاروں کی تکفیر کرتا ہے اور انہیں طاغوت، کافر اور مرتد قرار دیتا ہے۔

اس کے مکمل خطاب کا خلاصہ یہی ہے۔

---

(107) دیکھیے ان کی کتاب «کشف الشبهات» ص: 99،
(108) صحيح البخاري: 4403، صحيح مسلم: 66
(109) صحيح البخاري: 2946

آپ کو آپ کے رب کا واسطہ ہے، دیکھیے کس طرح یہ شخص لاکھوں، بلکہ کروڑوں مسلمان فوجیوں کی کھلے عام تکفیر کر رہا ہے۔ اگر ہم مان بھی لیں کہ اس تکفیری کے اندھا دھند چند کلمات کی وجہ سے یہ سارے فوجی گناہ گار ہیں تو پھر بھی اتنی جلد بازی کا مظاہرہ ۔۔۔ والعیاذ باللہ

(17) داعشی لیڈر کا اپنی تنظیم کی جہالت کا اقرار مگر پھر بھی تکفیر پر اصرار:

اپنے خطاب بنام: «السِلمیّة دینُ مَن؟» میں نئے سرے سے اسی عمومی تکفیر کا اعادہ کرتے ہوئے وہ ساتھ میں یہ اعتراف بھی کرتا ہے کہ میں کوئی فقیہ یا عالم نہیں ہوں۔ اس کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

”ہم پر یہ لازم ہے کہ اس کڑوی حقیقت کو سامنے لائیں جسے علماء نے ایک لمبے عرصہ تک چھپا رکھا تھا اور فقہاء بھی اس کی طرف صرف اشارہ کرنے پر اکتفا کرتے تھے۔ یعنی طاغوتی تنظیموں کی حامی فوجوں کا کفر۔[110] ان میں سر فہرست مصری، لیبیائی اور تیونسی فوجیں ہیں۔۔۔ مسلم ممالک کے طاغوتی حکمرانوں کی فوجیں سب کی سب کافر و مرتد فوجیں ہیں۔“

اللہ کا وقار ملحوظ رکھنے والا کوئی شخص کبھی ایسی بات کہہ سکتا ہے؟!

او تکفیری! اگر تم اس بات کے معترف ہو کہ تم عالم ہو نہ فقیہ، تو بتاؤ تمہیں اس مشکل اور دشوار گزار مسئلہ میں بغیر کسی ڈر اور خوف کے چوٹی پر جانے کی جرأت کیسے ہوئی؟!

اللہ تعالیٰ امام مالک پر درجات بلند فرمائے، انہوں نے کیا خوب کہا تھا: ”جب کسی سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو اسے چاہیے کہ جواب دینے سے پہلے جنت اور دوزخ کو سامنے

---

(110) امام التکفیر ابو قتادہ فلسطینی کا بھی یہی موقف رہا۔ اس نے کہا تھا: ”ان حکمرانوں اور ان کے لشکروں کے مرتد ہونے کا فتویٰ دینا بالکل واضح ہے۔“ (تخلیص العِباد، ص: 155)

رکھے اور سوچے کہ کیا اس جواب سے وہ آخرت میں بری الذمہ ہو جائے گا؟ اگر ہاں تو پھر جواب دے۔"[111]

اے خارجیو! کیا تم نے ایسا قدم اٹھانے سے پہلے کچھ سوچا؟ کیا اب بھی تم ایسا کرو گے؟ یا اپنے ان فتوؤں سے باز آؤ گے؟

(18) داعش کی طرف سے الیکشن میں حصہ لینے والوں کی اندھادھند تکفیر:

داعش کی یہ منہ زور تکفیر صرف عربی اور اسلامی فوجوں تک محدود نہیں ہے، بلکہ انہوں نے پارلیمانی انتخابات میں کھڑے ہونے والے امیدواروں اور منتخب حضرات، سب کی بلا جھجک تکفیر کی ہے۔ حالانکہ یہ بھی لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں ہیں۔ پاکستانی پارلیمان میں میں کئی اسلامی جماعتیں بھی شامل ہیں جیسے کہ جماعت اسلامی، جمیعت علماء اسلام اور مرکزی جمیعت اہلحدیث وغیرہ

ابو محمد عدنانی تکفیری نے اپنے خطاب بنام: «عذراً أمير القاعدة» میں داعش کے پہلے امیر ابو مصعب الزرقاوی کا مندرجہ ذیل قول نقل کیا ہے: "انتخابات میں کھڑے ہونے والے امیدوار دراصل اُلوہیت وربوبیت کے دعویدار ہیں۔ پھر جو منتخب ہو جاتے ہیں، دراصل انہیں رب تعالیٰ کے علاوہ اپنا رب بنالیا جاتا ہے۔ دینِ الٰہی میں ان کا حکم یہی ہے کہ یہ سب کافر و مرتد ہیں۔"

(19) داعش کا اپنی ہم عصر تحریکوں کی اندھادھند تکفیر:

یہی ابو محمد عدنانی تکفیری اپنے خطاب بنام: «اَلرَّائِدُ لا یَکْذِبُ أَهْلَه» میں اسلامی وغیر اسلامی مختلف افکار و نظریات والے مخالف شامی گروپوں کو لپیٹنے کے لیے اپنی تکفیر کا

---

(111) صفة الفتوى والمفتي والمستفتي لابن حمدان، ص: 8

دائرہ وسیع سے وسیع تر کرتے ہوئے کہتا ہے: "داعش اس بات کا واشگاف اعلان کرتی ہے کہ «الائتلاف» "مختلف سیاسی جماعتوں کا اتحاد"، «المجلس الوطني» "سول انتظامیہ مع اراکین کی کمیٹی" اور «المجلس العسكري» "عسکری قیادت" سبھی کافر و مرتد ہیں۔۔ (112)

اسی طرح ان کے سرکاری ترجمان ابو محمد عدنانی نے سابقہ اخوانی صدر مرسی کی بھی کھلے اور واضح لفظوں میں تکفیر کی اور طاغوت کہا۔ گو کہ ہم اخوانی فکر کو گمراہ سمجھتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں کہ ہم ان کی تکفیر کرتے پھریں۔

جب ان کے سرکاری ترجمان کا یہ حال ہے تو نچلے طبقے والوں کا جو حال ہو گا، وہ آپ خود سمجھ سکتے ہیں!

کشمیری مجاہدین کی معروف جماعت لشکر طیبہ کو داعش نے مرتد قرار دیا۔ یہ بات انکے مجلہ دابق میں انگریزی ترجمہ کیساتھ شائع کیا گئی۔

"The apostate faction and agents of the tawaghit of "Pakistan", such as Lashkar e Taiba, donot have control over any territory in the regions of Kashmir."

ترجمہ: "پاکستانی طواغیت کے مرتد ایجنٹ جیسا کہ لشکر طیبہ کا کشمیر پر کوئی کنٹرول نہیں ہے۔"(113)

اسی طرح انہوں اپنے ہی "ہم فکر" ایمن ظواہری کے کچھ بیانات پر تنقید کی اور شامی جہادی جماعت احرار الشام کو بھی اپنے مجلہ میں مرتد کے لقب کیساتھ پکارا۔

"Some of these statements also contained tarahum (saying "rahimahullah") for the apostates of saluli sehwat(the leaders of Ahrar As Sham)"

---

(112) سرفہرست ان خوارج نے شامی جماعت احرار الشام کو کافر قرار دیا اسی طرح اپنی ہم فکر جماعت جبهۃ النصرہ کی بھی تکفیر کی۔

(113) داعش آفیشل میگزین الدابق: شمارہ نمبر 13، ص 53

ترجمہ: "ان میں سے کچھ بیانات ایسے بھی ہیں جن میں سلولی صحوات (جیسا کہ احرار الشام کے قائدین) کے نام کیساتھ رحمۃ اللہ علیہ کہا گیا ہے"[114]

باقی افغان مجاہدین کو طاغوت کا ایجینٹ اور انکو وطن پرست کہہ کر انکے خلاف قتال کرنا افغانی داعش کا پسندیدہ مشغلہ ہے!

اسی طرح انہوں نے اپنی ہی ہم فکر جماعت القائدہ اور جبھتہ النصرہ کو بھی مرتد قرار دیا ہوا ہے۔ ثبوت کیلئے انٹرنیٹ پر بیشمار ویڈیوز موجود ہیں۔ یہاں ہم ویڈیو کا نام تشفی کیلئے ذکر کئے دیتے ہیں جس میں انکے دیر الزور کے امیر نے جبھتہ النصرہ، جبھتہ الاسلامیہ، اور جیش الحرسب کی تکفیر کر دی۔ نیٹ پر یہ ویڈیو "أمير داعش في دير الزور يتوعد المجاهدين في الشام" کے نام سے موجود ہے۔

(20) لفظوں اور عقلوں سے کھیلتے داعشیوں کے ایک تکفیری مغالطہ کی حقیقت:

عقلمندو! آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، بتائیے یہ پُر اصرار اجتماعی تکفیر اسی عدنانی کے اپنے مندرجہ ذیل قول سے کتنی مناسبت رکھتی ہے جو اس نے اپنے خطاب بنام: «لَكِ اللهُ أيها الأُمَّةُ المظلومةُ» میں کہی ہے۔

کہتا ہے: ”یہ کہنا کہ «اصولی طور پر تمام لوگ کافر ہیں۔» یہ عصر حاضر کے خوارج کا بدعتی قول ہے۔ داعش کا اس موقف سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہمارا عقیدہ و منہج اور دین یہی ہے کہ عراق و شام میں بسنے والے عام اہل سنت مسلمان ہیں۔ ہم ان میں سے کسی کی بھی تکفیر نہیں کرتے۔ ہم صرف اسی کو کافر قرار دیتے ہیں جس کا ارتداد قطعی الدلالت اور قطعی الثبوت شرعی دلائل سے ثابت ہو جائے۔“

(114) داعش آفیشل میگزین الدابق: شمارہ نمبر 6، ص 23

یقیناً یہ زبانی جمع خرچ ہے اور عقل سے کھیل ہے۔ یہ وہی کھیل ہے جس کا ذکر ہم پچھلے صفحات میں ان کے لفظ ”بے گناہ“ کی تشریح و تعبیر میں کر چکے ہیں۔

یہاں بھی ہم ان کے اس کھیل کا پردہ چاک کرتے ہیں۔ اس نے جو یہ کہا ہے کہ: ”اصولی طور پر تمام لوگ کافر ہیں۔“ ہماری ان سے بحث میں یہ چیز شامل ہی نہیں، موضوعِ بحث بات اور ہے اور اس کا معاملہ ہی الگ ہے جیسا کہ واضح ہے۔ وہ بات یہ ہے کہ ”اپنے مخالفین کے بارے میں بتاؤ کہ وہ مسلمان ہیں یا کافر؟“

جہاں تک ان کے عقل سے کھیلنے کا تعلق ہے تو بتائیے کہ ان کے دعوؤں کا حقیقت سے کتنا تعلق ہے؟ کہاں ہیں وہ دلائل جنہیں قطعی کہا جا رہا ہے؟

پھر اس نے کہا: ”البتہ جن کا ارتداد شرعی دلائل سے ثابت ہو چکا ہے، ان کی ہم تکفیر کرتے ہیں۔“ تو دراصل ارتداد کے اسباب تمہارے نزدیک اور ہیں اور باقی ساری امت کے علماء، طلباء اور عوام کے نزدیک کچھ اور ہیں۔ کیا تم اپنی ان حرکتوں سے باز آؤ گے؟

اس گمراہ ٹولے کی اسی واضح تکفیری سوچ کی وجہ سے شامی جیشِ یرموک کا دعوتی مرکز اپنے کتابچہ «الحكم الشرعي في تنظيم داعش» ”داعش نامی تنظیم کا شرعی حکم“ کے آغاز میں یہ کہنے پر مجبور ہوا ہے کہ: ”بلادِ شام میں کئی سال تک جہاد اور فتوحات کے بعد جہادی میدان میں ایک ایسا فرقہ نمودار ہوا ہے جو مجاہدین کا قتل جائز سمجھتا ہے اور انہیں کافر قرار دیتا ہے اور خود کو ”اسلامی مملکت، داعش“ کہتا ہے۔ اس وقت سے مسلمان الجھن کا شکار ہیں اور مجاہدین تفرقہ کا۔ اس جماعت کے وہی اصول ہیں جو خوارج کے ہیں۔“[115]

اس کے علاوہ انہوں نے اور بھی بہت سے انکشافات کیے ہیں کیونکہ وہ انہیں زیادہ جانتے ہیں اور ان کے حالات سے زیادہ باخبر ہیں۔

---

(115) تفصیل کے لیے ڈاکٹر فہد الفہید کی کتاب «تأثر الخوارج المعاصرين بأصول الخوارج المتقدمين» ملاحظہ فرمائیں۔

(21) تکفیر بہت خطرناک مسئلہ ہے:

کیونکہ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی زندگیاں داؤ پر لگ جاتی ہیں اور ان کی عزتیں، اموال اور حقوق لُٹ جاتے ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”خوارج کا دینِ محترم بس یہی ہے کہ مسلمانوں سے کٹ جائیں اور ان کے جان ومال کو لوٹ لیں۔“ (116)

حالانکہ رب العالمین کا فرمان عبرت نشان یہ ہے: ﴿وَمَنۡ يَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيۡهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيۡمًا ﴿۹۳﴾﴾

اور جو شخص کسی مومن کو دیدہ دانستہ قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔[النساء: 93]

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: «أَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا».

جس کسی نے اپنے مسلمان بھائی کو ”اے کافر!“ کہہ کر پکارا تو ان دونوں میں سے ایک کافر ہو جائے گا۔ (117)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس شخص کو قتل کرنے سے سختی سے منع کیا ہے جو زبانی واضح انداز میں اپنے اسلام کا اظہار کرتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿فَاِنِ اعۡتَزَلُوۡكُمۡ فَلَمۡ يُقَاتِلُوۡكُمۡ وَاَلۡقَوۡا اِلَيۡكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمۡ عَلَيۡهِمۡ سَبِيۡلًا ﴿۹۰﴾﴾

اگر وہ کنارہ کش رہتے ہیں اور لڑائی پر آمادہ نہیں اور تمہیں صلح کی پیش کش کرتے ہیں۔ تو پھر اللہ نے ان پر تمہاری دست درازی کی کوئی گنجائش نہیں رکھی۔[النساء: 90]

---

(116) مجموع الفتاوی لابن تیمیه: 209/13

(117) صحيح البخاري: 6104، صحيح مسلم: 60

نبی کریم ﷺ نے پڑوسی پر شرک کا فتویٰ لگانے اور اس کے خلاف تلوار اٹھانے سے منع کیا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: ”مجھے زیادہ ڈر اس شخص سے ہے جو قرآن پڑھے گا، حتیٰ کہ اس کی رونق اس کے چہرے پر ظاہر ہو جائے گی اور وہ اسلام کی مدد کرنے والا ہو گا۔ پھر جس قدر اللہ تعالیٰ چاہیں گے، اسے تبدیل کر دیں گے۔ پھر وہ دین اسلام سے نکل جائے گا اور دین کو پیٹھ پیچھے پھینک دے گا۔ اپنے مسلمان پڑوسی پر تلوار کے وار کرے گا اور اس پر شرک کی تہمت لگائے گا۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! شرک کی تہمت لگانے والا شرک کے زیادہ قریب ہو گا یا جس پر شرک کی تہمت لگائی جائے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ شرک کی تہمت لگانے والا خود شرک کے زیادہ قریب ہو گا۔“(118)

داعش کے ہاں تکفیر اور قتل و غارت آپس میں لازم و ملزوم ہے، جس سے یہ لوگ انکار نہیں کر سکتے۔ جبکہ یہ معاملہ بہت خطرناک ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:
«لَزَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ»
اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مسلمان کے قتل سے پوری دنیا کا ختم ہو جانا زیادہ سستا ہے۔(119)

اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان عبرت نشان ہے: «مَنْ شَهَرَ سَيْفَهُ ثُمَّ وَضَعَهُ فَدَمُهُ هَدَرٌ».
جس نے کسی پر تلوار سونتی، پھر نیچے کر لی تو اس کا قتل جائز ہے۔(120)

---

(118) صحيح ابن حبان: 81، مسند البزار: 175، التاريخ الكبير للبخاري: 2907۔ فضیلۃ الشیخ امام البانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”سلسلة الأحاديث الصحيحة: 3201“ میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔
(119) سنن الترمذي: 1395، السنن الكبرىٰ للنسائي: 3637، سنن النسائي: 4022۔ فضیلۃ الشیخ امام البانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”غاية المرام: 439“ میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

سوچیے! جب صرف تلوار سونتنا اتنا بڑا جرم ہے تو اس کے ذریعہ قتل کرنا، فساد مچانا، برائیاں کرنا اور خون بہانا کتنا بھیانک جرم ہو گا!

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں: «مَنْ سَلَّ عَلَيْنَا السَّيْفَ فَلَيْسَ مِنَّا»

جو ہم مسلمانوں پر تلوار سونتتا ہے، اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔[121]

امام لالکائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”چوروں اور خوارج سے لڑنا بالکل جائز ہے بشرطیکہ وہ کسی کی جان یا مال لُوٹنے کے درپے ہوں۔ مدمقابل شخص کو چاہیے کہ جس قدر ہو سکے، ان سے لڑے اور اپنی جان و مال کا دفاع کرے۔ لیکن جب وہ اسے چھوڑ دیں یا بھاگ پڑیں تو پھر ان کا پیچھا کرنا اس کے لیے مناسب نہیں۔ بلکہ حکمران یا امیر کے علاوہ اور کسی کے لیے تعاقب کرنا جائز نہیں۔ ہر شخص کی یہی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے گھر میں اپنا دفاع کرے۔“[122]

---

(120) السنن الكبرىٰ للنسائي: 3749، سنن النسائي: 4133، الأحاديث المختارة للضياء المقدسي: 259، المستدرك للحاكم: 2/159۔ فضیلۃ الشیخ امام البانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”سلسلة الأحاديث الصحيحة: 2345“ میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

امام صَنْعَانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”مطلب یہ ہے کہ جب ایک آدمی دوسرے کو قتل کرنے کے لیے تلوار میان سے باہر نکالتا ہے اور دوسرا آدمی پہل کر کے اس تلوار سونتنے والے کو قتل کر دیتا ہے تو اس تلوار سونتنے والے کا خون ضائع قرار دیا جائے گا۔ کوئی قصاص نہیں دلایا جائے گا، نہ دیت ملے گی کیونکہ قاتل نے اپنے دفاع میں قتل کیا ہے۔“ (التنوير بشرح الجامع الصغير: 10/275)

(121) صحیح مسلم: 99۔

(122) شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة للالكائي: 1/175

(22) داعش اور علاماتِ خوارج، خصوصاً علامتِ تکفیر:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے خوارج کی چند علامات بیان کی ہیں۔ فرماتے ہیں:
"یہ لوگ گناہوں اور برائیوں کی وجہ سے تکفیر کرتے ہیں۔ پھر گناہوں کی وجہ سے کی ہوئی تکفیر کی بناء پر مسلمانوں کے مال و جان کو لُوٹنا حلال سمجھتے ہیں۔" (123)

ابو محمد عدنانی اپنے خطاب بنام: «السلمية دينُ مَن؟» میں واشگاف طور پر تکفیر و قتال کی صراحت کرتے ہوئے کہتا ہے: "مسلم ممالک کی طاغوتی فوجیں ساری کی ساری کافر و مرتد فوجیں ہیں۔ ان فوجوں کے کفر، ارتداد، دین سے خروج بلکہ ان سے قتال کے وجوب کا موقف ہی آج سب سے صحیح موقف ہے جس کے خلاف کوئی بھی موقف درست نہیں۔ ان فوجوں میں سرفہرست مصری فوج ہے۔"

یہی تکفیری اپنے دوسرے خطاب بنام: «إِنِّي عَلىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ» میں کہتا ہے: "ہم ان ممالک کے سارے حکمرانوں اور ان کی فوجوں کو کافر و مرتد سمجھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک ان سے لڑائی قابض صلیبیوں سے لڑائی کرنے سے زیادہ بڑا فرض ہے۔"

اس کے برعکس سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا واقعہ یاد کیجیے کہ جب انہوں نے ایک شخص کو کلمہ پڑھنے کے باوجود قتل کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "کیا تم نے اسے کلمہ پڑھنے کے باوجود قتل کر دیا؟" وہ کہنے لگے: "یارسول اللہ! وہ تو صرف جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھ رہا تھا۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا کہ وہ دل سے کلمہ پڑھ رہا ہے یا صرف زبانی؟" (124)

لہٰذا ان احادیث کے پیش نظر کسی بھی نہتے اور امن پسند مسلمان بلکہ غیر مسلم کو بھی قتل کرنا جائز نہیں۔

---

(123) مجموع الفتاویٰ: 73/19
(124) صحیح مسلم: 96، 4369

انٹرنیٹ پر بہت سے ایسے ویڈیو کلپس موجود ہیں جن میں داعش کے بعض افراد نہتے شہریوں کے پاس جاتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ یہ مسلمان ہیں۔ پھر وہ ان سے نمازوں کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ فلاں نماز کی کتنی رکعتیں ہیں؟ جب وہ لوگ جواب دینے میں غلطی کرتے ہیں تو یہ درندہ صفت لوگ انہیں علانیہ قتل کر دیتے ہیں۔[125]

یہ کام حرام اور بہت بڑا جرم ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ خوارج کی صفات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مسلمانوں کے لیے ان سے زیادہ خطرناک اور کوئی نہیں ہے۔ نہ یہودی، نہ عیسائی۔ کیونکہ یہ لوگ تو اپنے مخالف ہر مسلمان کو قتل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اپنی عظیم جہالت اور گمراہ کن بدعت کی وجہ سے مسلمانوں کے مال و جان کو لُوٹنے، ان کی اولادوں کو جان سے مارنے اور ان کی تکفیر کرنا جائز سمجھتے ہیں اور یہی ان کا دین ہے۔[126]

(23) خوارج کی صفات کے متعلق چند غلط فہمیوں کا ازالہ

یہاں ایک اہم شبہ کی وضاحت کرنا بہت ضروری ہے کہ کچھ لوگ سر منڈوانا تمام خوارج کی لازمی صفت سمجھتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

تاریخ میں کئی ایسے خارجی گروہ گزرے ہیں جو سر نہیں منڈواتے تھے لیکن پھر بھی اہل علم نے انکے عقائد کو دیکھتے ہوئے انہیں خارجی کہا ہے۔ سر منڈوانا تو صرف اس ذوالثدیہ خارجی کے حلیے سے منسلک ہے جسے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دور میں قتل کیا گیا تھا۔ جیسا کہ ابن تیمیہؒ نے کہا: " وَهَذِهِ السِّيمَا سِيمَا أَوَّلِهِمْ كَمَا كَانَ ذُو الثُّدَيَّة ؛ لا أَنَّ هَذَا وَصْفٌ لَازِمٌ لَهُمْ ".[127]

---

(125) یہ کام انہوں نے 2014ء میں جون کے مہینہ میں کیا۔ ویڈیو کلپ کا نام ہے: «قتل سائقي الشاحنات» "ٹرک ڈرائیوروں کا قتل"

(126) منهاج السنة لابن تيمية: 247/5

(127) مجموع الفتاوى (28/ 497)

"یہ نشانی صرف اسی ذوالثدیہ کی نشانی تھی نہ کہ یہ وصف سارے خوارج کے لیے لازم ہے۔"

اسی طرح لمبی داڑھیاں اور شلوار کے پائنچے اونچے رکھنا خوارج کی قطعی نشانی نہیں بلکہ یہ ذوالخویصرہ کے حلیے کو بیان کرنے کے لیے ذکر کی گئی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ " اس کی نسل میں سے ایسے لوگ (خوارج) پیدا ہوں گے ۔۔۔" اور پھر آنحضرت ﷺ نے خوارج کی دیگر صفات کا تذکرہ کیا تھا۔

کچھ لوگ محض کسی لمبی داڑھی یا اونچے پائنچے والے شخص کو دیکھ کر اسے خارجی کہہ دیتے ہیں، جبکہ یہ کسی کے خارجی ہونے کی حتمی نشانی نہیں بلکہ یہ تو ان کے ظاہری حالت تقویٰ کو بیان کیا گیا ہے۔ اگر صرف چند ظاہری نشانیاں مثلاً لمبی داڑھی یا اونچے پائنچے دیکھ کر خارجی ہونے کا حکم لگایا جائے تو معاذ اللہ ان صحابہ کرام کی عظیم ہستیوں کے بارے کیا حکم ہو گا جو لمبی داڑھیاں بھی رکھتے تھے اور شلواریں بھی ٹخنوں سے اوپر رکھتے تھے؟

اس کے برعکس اگر ایک شخص داڑھی مونڈتا ہو یا اس کے شلوار ٹخنوں سے نیچے ہو لیکن مسلمانوں کی تکفیر اور قتل کا قائل ہو تو کیا ایسے شخص کو محض لمبی داڑھی نہ ہونے یا شلوار ٹخنوں سے نیچے ہونے کی وجہ سے خارجی نہیں سمجھا جائے ۔۔۔؟ نہیں، بلکہ وہ شخص پکا خارجی قرار پائے گا کیونکہ اس میں خوارج کی بنیادی نشانی مسلمانوں کی تکفیر اور قتل کو جائز قرار دینا پائی جاتی ہے۔

اصل چیز خوارج کے عقائد ہیں جن سے ہر کسی کو باخبر رہنا ضروری ہے۔ خوارج کی اصل نشانی مسلمانوں کی تکفیر، انکا خون اور مال حلال جاننا ہے۔ جس کے اندر یہ صفت پائی جائے کہ وہ اصولِ تکفیر کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مسلمانوں کی تکفیر کرے اور انکا قتل حلال جانے تو وہ خارجی ہے، چاہے وہ سر نہ منڈواتا ہو۔

(24) انسانی افعال کا دارومدار نیتوں پر ہے:

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: «إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى».

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ ہر بندے کو ویسا ہی ثواب ملے گا، جیسی اس کی نیت ہو گی۔[128]

فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ﴾

جب آپ ﷺ کے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ "ہم گواہی دیتے ہیں کہ یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں۔" اور اللہ جانتا ہے کہ آپ ﷺ اس کے رسول ہیں اور اللہ یہ بھی گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق سراسر جھوٹے ہیں۔ [المنافقون: 1]

اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت میں منافقوں کو جھوٹا قرار دیا ہے، حالانکہ جس بات کا وہ اقرار کر رہے تھے، وہ بالکل حق اور سچ ہے۔ لیکن چونکہ ان کی نیت درست نہیں تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں جھوٹا کہا ہے۔ گویا ان کی تکذیب ان کے قول و نیت میں تضاد کی وجہ سے کی گئی ہے۔

اس سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ کسی خاص شخص کی تکفیر کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس شخص نے جان بوجھ کر ایسا کفریہ کام کیا ہو جو حقیقی طور پر کفرِ اکبر میں مبتلا کرنے والا ہو۔

لہٰذا بھول کر کہی جانے والی بات یا غلطی سے کیے جانے والے افعال کی بناء پر کسی کی تکفیر نہیں کی جا سکتی۔

---

(128) صحيح البخاري: 1، صحيح مسلم: 1907

(25) جان بوجھ کر کفر کرنے اور تکفیر کا حکم لگانے میں اس کے اثر اور اس کی دو اقسام کی وضاحت:

کسی شخص کے کسی کفریہ عمل کی وجہ سے اس کی اس وقت تک تکفیر نہ کی جائے جب تک معلوم نہ ہو جائے کہ اس نے یہ کام جان بوجھ کر کیا ہے۔

① علمی اختلافی مسائل میں تکفیر ناجائز ہے:

جب تک کسی کے بارے میں پختہ طور پر معلوم نہ ہو جائے کہ اس نے جان بوجھ کر کفریہ کام کیا ہے، اس کی تکفیر نہ کی جائے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ یہ کام کرنے پر مجبور ہو، یا غیر ارادی طور پر اس سے یہ کام ہو گیا ہو، یا وہ اس کے کفریہ کام ہونے سے لاعلم ہو یا پاگل اور دیوانہ ہو۔ بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ بندہ کسی مسئلہ کو سمجھنے میں غلطی کر جاتا ہے۔ اسی طرح اور بھی وجوہات ہو سکتی ہیں۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝١٠٦ ﴾

جس شخص نے ایمان لانے کے بعد اللہ سے کفر کیا، اِلا یہ کہ وہ مجبور کر دیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو (تو یہ معاف ہے) مگر جس نے دل کی خوشی سے برضا و رغبت کفر قبول کیا تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہے اور انہی کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔
[النحل: 106]

اگر کسی مسئلہ میں مسلمان فقہاء کے درمیان علمی اختلاف ہو اور کوئی شخص ایسا عمل کر لے تو اس کی وہی وضاحت قابل قبول ہو گی جو وہ بندہ خود کرے گا۔ کسی دوسرے کی وضاحت معتبر نہیں ہو گی۔

اسی طرح اگر کسی مسئلہ میں معتبر مسلمان علماء کے مابین علمی اختلاف ہو تو اس مسئلہ کی وجہ سے کسی کی تکفیر کرنا جائز نہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''کسی گناہ کے مرتکب یا غلطی کا ارتکاب کرنے والے مسلمان کی تکفیر جائز نہیں۔ جیسا کہ ان مسائل میں تکفیر جائز نہیں جن میں اہل قبلہ کا اختلاف ہوتا ہے۔''(129)

پھر شیخ الاسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے خوارج کی عدم تکفیر کا تذکرہ کیا اور پھر لکھا: ''جب اس قسم کے گمراہ لوگ جن کی گمراہی کتاب وسنت کے دلائل اور اجماع سے ثابت ہوچکی تھی، جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان سے لڑائی کے حکم کے باوجود ان کی تکفیر نہیں کی گئی تو پھر کس طرح ان مختلف گروہوں کی تکفیر کی جاسکتی ہے جن کے لیے ان مسائل میں حق سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے، جن میں بڑے بڑے علماء غلطی کر جاتے ہیں؟ لہٰذا ان گروہوں میں کسی گروہ کے لیے دوسرے گروہ کی تکفیر اور اس کے جان ومال کو لوٹنا جائز نہیں، اگرچہ دوسرے گروہ میں ثابت شدہ بدعت پائی جاتی ہو۔'' (130)

② مجموعی طور پر سب کی تکفیر کرنا جائز نہیں:

عمومی طور پر تمام مسلمانوں (131) کی تکفیر ناجائز ہے۔ تکفیر صرف کسی خاص شخص کے خاص قول وفعل کی وجہ سے ہو سکتی ہے اور وہ بھی اپنی شرائط وضوابط کے ساتھ۔ کیونکہ رب العالمین کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾

کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ [الأنعام: 164]

---

(129) مجموع الفتاویٰ: 182/3

(130) ایضاً

(131) جہاں تک غیر مسلموں کی بات ہے تو ان کی تکفیر کی جائے، یا نہ کی جائے، وہ کافر ہی ہیں۔

③ جو شخص کافر کی تکفیر نہیں کرتا، اس کی تکفیر کا قاعدہ:

اگر کسی گروہ میں قطعی اور یقینی کفر نہیں پایا جاتا اور کوئی شخص اسی وجہ سے ان کے کفر میں شک کرتا ہے یا ان کی تکفیر نہیں کرتا تو ایسے شخص کی تکفیر جائز نہیں۔

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت اس بات پر کی تھی کہ تنگی، خوشحالی، خوشی، ناخوشی اور اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیے جانے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں گے۔ اگر کسی کو ہمارے اوپر امیر بنایا جائے گا تو تب تک اس کی اطاعت سے ہاتھ نہیں کھینچیں گے جب تک اس میں واضح کفر نہ دیکھ لیں جس پر ہمارے پاس اللہ کی طرف سے نازل کردہ کوئی دلیل ہو۔[132]

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "بواح" کا مطلب ہے کہ کفر بالکل ظاہر ہو، اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہ ہو۔"[133]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جس معاملہ میں کسی تاویل کی گنجائش ہو، وہاں تکفیر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔"[134]

④ امام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی بعض تحریروں کا غلط مفہوم لینے کا رد:

جب پہلی مرتبہ داعش والے عراقی شہر موصل پہنچے اور اسی طرح پہلی مرتبہ جب شامی شہر حلَب پہنچے تو انہوں نے شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی کچھ کتابیں اپنی طرف سے مفت تقسیم کی تھیں۔

حالانکہ ابھی پیچھے امام صاحب کی واضح عبارات گزر چکی ہیں جو داعش کے خلاف ہیں اور ان کی سمجھ کے برعکس ہیں۔

---

(132) صحيح البخاري: 7055، صحيح مسلم: 4796
(133) رياض الصالحين، ص: 94
(134) الصارم المسلول على شاتم الرسول لابن تيمية: 963/3

لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ بعض اوقات لوگ کسی عالم کی بات کو صحیح طور پر سمجھ نہیں پاتے تو اپنی سمجھ کے مطابق اس کی باتوں کو نقل کرنا شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ اس عالم کی بات کا وہ مفہوم ہوتا ہی نہیں جو یہ لوگ سمجھ رہے ہوتے ہیں۔

اسلامی علمی تاریخ میں قدیم وجدید دور میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔

خصوصاً امام محمد عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف تو بہت سی بے بنیاد اور من گھڑت باتیں منسوب کی گئی ہیں جن سے وہ کلیتاً بری الذمہ ہیں۔[135]

لیکن داعش کا ان کا نام استعمال کر کے مسلمانوں کی تکفیر کرنا اور ان کی وجہ سے خون بہانا ایسا مکروہ عمل ہے کہ جس کی کبھی بھی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

⑤ کفریہ عمل اور اس کی وجہ سے تکفیر کرنے میں فرق کرنا ضروری ہے:

بہر حال بڑے بڑے علماء، جن میں ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں، سب نے کفریہ عمل اور اس کی وجہ سے کسی کی تکفیر کرنے میں فرق کیا ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص کسی کفریہ کام کا ارتکاب کر بھی لیتا ہے تو گزشتہ بیان شدہ تکفیر کی شرائط کی وجہ سے اس شخص کی فوراً تکفیر نہیں کی جائے گی۔

لہٰذا ہر وہ شخص جو کوئی کفریہ کام کرتا ہے، اس کی وجہ سے اس پر کفر کا حکم لگنا اور اس کا کافر ہونا لازم نہیں آتا۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد محترم ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے آخری دنوں میں فرمایا کرتے تھے: ”میں کسی بھی امتی کی تکفیر نہیں کرتا۔“ یہ بھی

---

(135) مزید تفصیل کے لیے ڈاکٹر عبد العزیز عبد اللطیف کی کتاب: «دعاویٰ المناوئین لدعوة الشیخ محمد بن عبد الوهاب» ملاحظہ فرمائیں۔

کہتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: «لَا يُحَافِظُ عَلَى الْوُضُوءِ إِلَّا مُؤْمِنٌ» ''مؤمن کے علاوہ کوئی وضوء کی پابندی نہیں کر سکتا۔'' (136)

لہٰذا جو شخص پابندی سے وضو کر کے نمازیں ادا کرتا ہے، وہ مسلمان ہے۔''(137)

⑥ تکفیر میں جلد بازی کی حرمت اور خطرناکیاں:

سعودی دائمی فتویٰ کمیٹی کا فتویٰ ہے: ''تکفیر میں جلد بازی سے بہت سے خطرناک نتائج سامنے آتے ہیں۔ مثلاً: کسی کے جان و مال کو لوٹنا حلال سمجھنا، وراثت کا خاتمہ، نکاح کا ٹوٹ جانا وغیرہ وہ سارے اعمال جو کسی شخص کے مرتد ہونے پر کیے جاتے ہیں۔ لہٰذا چھوٹے موٹے شبہ کی وجہ سے کسی مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کی تکفیر حرام ہے۔

اگر یہ تکفیر حکمران کی ہو تو پھر معاملات زیادہ گھمبیر ہو جاتے ہیں کیونکہ پھر اس کے خلاف بغاوت اٹھ کھڑی ہوتی ہے، مسلح جدوجہد شروع ہو جاتی ہے، کاروبارِ حکومت ختم ہو جاتا ہے، خون کی ندیاں بہتی ہیں، شہری اور دیہاتی علاقے تباہ و برباد ہو کر رہ جاتے ہیں۔

اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ان کی اطاعت سے ہاتھ کھینچنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا: ''ان کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچنا، اِلّا یہ کہ تم واضح کفر دیکھو جس کے بارے میں تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نازل کردہ کوئی واضح دلیل موجود ہو۔'' (138)

درج بالا حدیث سے کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں۔ مثلاً:

«إلا أن تروا» سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کفر اس سے واقعتاً سرزد ہوا ہو۔ صرف شہرت اور وہم و گمان نہ ہو۔

---

(136) سنن ابن ماجه: 277، مسند أحمد: 22433، مسند أبي داؤد الطيالسي: 996، سنن الدارمي: 682۔ راوی حدیث سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ ہیں۔

(137) سِيَرُ أعلام النُّبَلاء للذهبي: 393/11

(138) صحيح البخاري: 7056، صحيح مسلم: 1709

«کفراً» سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا عمل واقعتاً کفریہ ہو۔ کوئی اور گناہ نہ ہو، اگرچہ ظلم، شراب نوشی، جوابازی اور حرام اقرباپروری جیسا کبیرہ گناہ ہی کیوں نہ ہو۔

«بَواحاً» سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کفر بالکل واضح ہونا چاہیے۔ مخفی یا پوشیدہ کفریہ کام نہ ہو۔[139]

«عندکم فیه من الله برهان» سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عمل کے کفریہ ہونے پر کوئی واضح دلیل ہونی چاہیے۔ جو بالکل صحیح سند سے ثابت ہو اور اپنے مفہوم میں واضح ہو۔ کمزور سند یا اپنے مفہوم میں غیر واضح دلیل سے کام نہیں چلے گا۔

«من الله» سے واضح سے ہوتا ہے کہ وہ دلیل الہامی ہونی چاہیے نہ کہ کسی بڑے سے بڑے عالم کا قول، نہ اپنا اجتہاد و ظن ہو۔ اگر کتاب و سنت میں سے کوئی دلیل موجود نہیں تو پھر خاموشی بہتر ہے۔

ان قیود سے واضح ہوتا ہے کہ یہ بہت خطرناک اور حساس معاملہ ہے۔"[140]

اسی طرح حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ «عندکم فیه من الله برهان» کی وضاحت فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں: أي نص آية أو خبر صحيح لا يحتمل التأويل [141]

"یعنی کوئی صریح آیت ہو یا ایسی صحیح حدیث ہو جس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہ ہو۔"

---

(139) جیسا کہ آجکل کے تکفیری لوگ پاکستان کے حکام کو کافر بناتے ہیں کہ دیکھو انہوں نے کفار کا ساتھ دیا جبکہ اس بات کے قوی شواہد موجود ہیں کہ یہ سب کچھ انہوں نے ان کے ڈر سے کیا اور پسِ پردہ انہی حکام نے مجاہدین کا ساتھ دیا، جیسا کہ اس پر خود امریکی ڈاکومنٹریز اور دیگر شواہد موجود ہیں۔ اب یہ "واضح کفر" کہاں کا رہا۔۔۔؟؟؟

(140) فتویٰ اللجنة الدائمة، بتاریخ: 02 ربیع الثاني 1419 ھ

(141) فتح الباری لابن حجر: 10/9

⑦ کفر کی دو اقسام ہیں:

یہاں پر فضیلۃ الشیخ علامہ عبد العزیز بن رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرنا اور اس پر زور دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''کفر دو طرح کا ہوتا ہے۔ اکبر اور اصغر۔ شرک بھی دو طرح کا ہوتا ہے اور اسی طرح نفاق بھی دو طرح کا ہے۔ قرآن وسنت کے دلائل پر غور و فکر کرنے سے یہی بات معلوم ہوتی ہے۔''[142]

(26) اہل کتاب سے تعلقات اور ان سے حسن سلوک:

جہاں تک عرب عیسائیوں کی بات ہے تو داعش نے انہیں جزیہ اور لڑائی میں اختیار دیا کہ چاہو تو جزیہ دے دو اور چاہو تو لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ یا پھر اسلام قبول کر لو۔

داعش نے ان کے گھروں کو سرخ رنگ سے رنگ دیا اور ان کے گرجا گھروں کو تباہ و برباد کر دیا۔ کبھی کبھار موقع ملنے پر تم نے ان کے گھروں اور مالوں کو لوٹا اور ان میں سے بعض کو قتل کیا۔ ان کے ان کرتوتوں کی وجہ سے بچنے والے صرف تن کے جوڑے میں جان بچا کر بھاگنے پر مجبور ہوئے، جبکہ مسلمان ممالک میں رہائش پذیر عیسائیوں کو اسلامی ممالک کی شہریت حاصل ہے جو معاہدے کی ہی ایک قسم ہے۔

شرعی نقطہ نظر سے یہ سب لوگ سینکڑوں سال سے قدیم اسلامی معاہدوں کی چھتری تلے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان پر کسی بھی طرح جہاد اور لڑائی کے احکام لاگو نہیں ہوتے۔

یہ قدیم زمانہ سے چلی آتی روایات کے مطابق اسلامی ممالک کے شہری ہی شمار ہوتے ہیں۔ ان میں سے کچھ وہ ہیں جو ان معاہدوں کے تحت ہیں جو انہوں نے سیدنا عمر بن خطاب، خالد بن ولید رضی اللہ عنہما اور اموی وعباسی اور عثمانی خلفاء اور ان کی مملکتوں سے حاصل کیے تھے۔

---

(142) فتاویٰ نور علی الدرب: 169/4

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ لوگ اجنبی نہیں تھے بلکہ اسلام سے پہلے انہی ممالک کے باشندے تھے۔ دشمن نہیں تھے بلکہ ان میں سے کچھ لوگ تو اپنے وطن کے دفاع کی خاطر بہت سی جنگوں میں صلیبیوں اور استعمار کے خلاف لڑتے تھے۔ لہٰذا تم ان سے دشمنوں والا معاملہ کیسے کر سکتے ہو؟

اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے مزید تفصیل ملاحظہ کیجیے؛

(27) اسلامی ممالک میں بسنے والے عیسائیوں کے بارے میں شرعی موقف:

فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۸﴾

اللہ تمہیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جو نہ تم سے دین کے بارے میں لڑے اور نہ ہی تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا، اس بات سے کہ تم ان سے بھلائی کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو۔ اللہ تو یقیناً انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ [الممتحنة: 8]

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”اس آیت کی تفسیر میں سب سے بہترین قول یہ ہے کہ جن لوگوں سے اللہ تعالیٰ نے معاملہ درست رکھنے کا کہا ہے، اس میں سب ادیان وفِرَق کے لوگ شامل ہیں، کہ ان سے نیکی کی جائے، حسن سلوک کیا جائے اور انصاف کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عمومی طور پر کہا ہے کہ ”ان لوگوں سے جنہوں نے دین کے بارے میں تم سے لڑائی نہیں اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔“ اس میں ہر وہ شخص شامل ہے جس میں یہ صفات موجود ہیں۔“ (143)

(143) تفسير الطبري: 573/22

امام قرافی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اور اس میں پوشیدہ نکات کے بارے میں لکھتے ہیں: ”جب کوئی غیر مسلم ہمارا ذمی بن جاتا ہے تو پھر اس کے حقوق کا تحفظ ہماری ذمہ داری بن جاتی ہے۔ کیونکہ وہ ہماری حفاظت و حمایت اور اللہ، رسول اور دینِ اسلام کے ذمہ میں آجاتا ہے۔

اب جو شخص اس پر زیادتی کرے، چاہے غلط بات کر کے، کسی کی عزت خراب کر کے یا کسی بھی طرح اسے تکلیف پہنچائے یا اس کے خلاف اس کے دشمنوں کی مدد کرے تو اس نے اللہ، رسول اور دینِ اسلام کے ذمہ کو ضائع کر دیا۔“[144]

(28) عبرت کی نگاہ سے تاریخی واقعات کو دیکھیے:

تاریخ میں ہمارے لیے کئی عبرتیں موجود ہیں۔ تاریخ ابن کثیر میں سن 767ھ کے حالات دیکھیں۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

”فرنگیوں نے اسکندریہ میں جو بُرا کام کیا تھا،[145] اس کی اطلاعات آئیں۔ اللہ ان پر لعنت کرے۔ وہ لوگ 22 محرم کو بدھ کے روز وہاں پہنچے اور انہیں وہاں نائب حکمران اور فوج نظر آئی، نہ سمندر کے محافظ اور مددگار۔ لہٰذا جمعہ کے دن صبح صبح شہر کے بڑے دروازوں کو جلانے کے بعد وہ شہر میں داخل ہو گئے اور اس کے باشندوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ وہ مَردوں کو قتل کرتے، اموال لوٹتے اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیتے۔ انہوں نے چار ہزار کے قریب لوگوں کو قیدی بنا لیا۔ اللہ کے حضور قیدیوں کی آہ و بکا اور فریاد اور مسلمانوں سے امداد کی

---

(144) الفروق: 14/3

(145) صلیبی جنگوں کے دوران ایسا ہوا تھا۔

فریاد [146] سنی گئی جس نے جگر کو پاش پاش، آنکھوں کو اشک بار اور کانوں کو بہرا کر دیا۔ إنا لله وإنا إليه راجعون۔

جب اہل دمشق کو اطلاعات ملیں تو انہیں یہ بات بہت گراں گزری۔

دیارِ مصر سے نائب السلطنت کے پاس شام کے سارے عیسائیوں کو گرفتار کرنے کا حکم آیا نیز یہ کہ وہ ان کے اموال کا چوتھائی حصہ اسکندریہ کی برباد جگہوں کی تعمیر اور فرنگیوں سے جنگ کرنے میں کام آنے والی کشتیوں کی مرمت کے لیے حاصل کیا جائے۔

لہٰذا انہوں نے عیسائیوں کی توہین کی اور زبردستی ان کے گھروں سے مال لُوٹ لیا۔ عیسائی قتل ہونے سے ڈر گئے اور انہیں پتہ نہ چلا کہ ان سے کیا سلوک کیا جائے گا۔ لہٰذا وہ گھر چھوڑ کر بھاگ گئے۔

اور یہ کوئی شرعی حرکت نہ تھی اور نہ شرعاً اس پر اعتماد جائز ہے۔[147]

مجھے 16 صفر کو ہفتہ کے دن سبز میدان میں نائب السلطنت سے ملاقات کرنے کے لیے بلایا گیا۔ اس روز فٹبال کھیلنے سے فراغت کے بعد عصر کے بعد ہماری ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے بہت اُنس محسوس کیا اور اسے صائب الرائے، صحیح الفہم، خوش بیان اور اچھا ہم نشین پایا۔

میں نے اسے بتایا کہ عیسائیوں سے یہ سلوک جائز نہیں۔

اس نے کہا: ”بعض فقہائے مصر نے امیر کبیر کو اس کے متعلق فتویٰ دیا ہے۔“

میں نے کہا: ”یہ بات شرعاً جائز نہیں اور نہ کسی کے لیے اس طرح کا فتویٰ دینا جائز ہے۔“[148]

---

(146) جتنی وہ مدد کر سکتے تھے۔

(147) یہ ہے علم اور یہ ہوتا ہے عدل وانصاف! کہاں ہیں آج علم اور عدل وانصاف کے دعویدار؟!

(29) عیسائی قیدیوں کی رہائی کے لیے مسلمان علماء کی کوششیں:

یہ دیکھیے ایک اور عبرت انگیز واقعہ:

"جب آٹھویں صدی ہجری کے آغاز میں تاتاری حکمران قطلوشاہ نے دمشق میں بہت سے مسلمانوں اور ذمیوں کو قیدی بنایا تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ بہت سے علماء کو اپنے ساتھ لے کر اس کے پاس گئے اور قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ اس نے مسلمان قیدیوں کے بارے میں تو رہائی کا وعدہ کیا، لیکن ذمیوں کو چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ اس پر شیخ الاسلام کہنے لگے: "آپ کو سارے قیدی چھوڑنے پڑیں گے، چاہے وہ یہودی اور عیسائی ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ یہ ہمارے ذمی ہیں۔[149] ہم آپ کے پاس مسلمانوں کو بطور قیدی چھوڑ سکتے ہیں، نہ ذمیوں کو۔ کیونکہ ان کے بھی وہی حقوق ہیں، جو ہمارے حقوق ہیں اور ان کے بھی وہی فرائض ہیں، جو ہمارے فرائض ہیں۔"

تو اس تاتاری حکمران نے سب کو رہا کر دیا۔"[150]

(30) جزیہ کے فقہی احکام:

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ [151] فرماتے ہیں: "اس کی کوئی مقررہ مقدار کہ جس میں کمی بیشی نہ ہو سکے اور متعین جنس نہیں ہے۔"

شرعی اعتبار سے اس کی دو قسمیں ہیں:

---

(148) البداية والنهاية لابن كثير: 460/16

(149) تمہیں تمہارے رب کا واسطہ ہے! دیکھو یہ کس قدر عمدہ موقف ہے۔ اس کا تقابل اس ظلم سے کرو جو تم اس جلیل القدر امام کے نام، منہج اور دعوت کی آڑ میں کر رہے ہو!!

(150) مجموع الفتاویٰ لابن تیمیة: 617/28

(151) أحكام أهل الذمة: 132/1

① وہ جزیہ جو جنگجوؤں سے لیا جاتا ہے:

یہ ان لوگوں سے لیا جاتا ہے جو اسلام کے خلاف لڑائیاں لڑتے ہیں۔ جیسا کہ درج ذیل فرمان الٰہی سے واضح ہے: ﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾

(اور) اہل کتاب میں سے ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرو جو نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں نہ آخرت کے دن پر، نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے ان پر حرام کی ہیں اور نہ ہی دین حق کو اپنا دین بناتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں اور چھوٹے بن کر رہنا گوارا کرلیں۔ [التوبة: 29]

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ہمارے علماء کرام کہتے ہیں: "قرآنی دلیل کے مطابق جزیہ جنگجوؤں سے لیا جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت میں اسی کا حکم دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف جنگجوؤں پر واجب ہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ غلام پر جزیہ نہیں ہے، اگرچہ وہ جنگجو بھی ہو کیونکہ اس کے پاس مال نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "حتیٰ کہ وہ دیں۔" جو شخص کسی مال کا مالک نہیں ہوتا ہے، اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ "حتیٰ کہ وہ دے۔"

اس پر علماء کا اجماع ہے۔" [152]

اس آیت کا مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ جو شخص مسلمانوں سے لڑائی کرنے میں پہل کرتا ہے جیسا کہ اسی سورت کے دوسرے رکوع کی ایک آیت میں ہے: ﴿اَلَا

---

(152) تفسير القرطبي: 112/8

تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

کیا تم ایسے لوگوں سے نہ لڑو گے جنھوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور انہوں نے ہی رسول ﷺ کو (مکہ سے) نکال دینے کا قصد کر رکھا تھا اور لڑائی کی ابتداء بھی انہوں نے ہی کی؟ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ حالانکہ اللہ اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ تم اس سے ڈرو، اگر تم مومن ہو۔ [التوبة: 13]

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”آیت نمبر 29 سے یہ معنیٰ نہیں لیا جا سکتا کہ اب انہیں معاف کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر وہ کسی معاہدہ کی خلاف ورزی کریں یا غداری کریں اور لڑائی کے بعد اپنی ذلت اور جزیہ کی ادائیگی کا اقرار کر لیں تو ان سے درگزر کرنا اور انہیں معاف کرنا جائز ہے۔ البتہ اگر دوبارہ جزیہ دیے بغیر لڑائی کے لیے میدان میں آ جائیں اور اپنے ذمہ واجبات کی ادائیگی نہ کریں تو پھر ان سے لڑائی کی جائے گی۔ لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آیت نمبر 29 کی وجہ سے درج ذیل آیت منسوخ ہو گئی ہے: ﴿فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾﴾

لٰہذا انہیں معاف کیجئے اور ان سے درگزر کیجئے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ [المائدۃ: 13] [153]

② وہ جزیہ جو نہ لڑنے والوں سے لیا جاتا ہے:

یہ ذمیوں سے معاہدہ کی بنیاد پر بغیر سختی کے لیا جاتا ہے۔ [154] سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسے صدقہ کا نام دینے پر رضامندی ظاہر کی تھی۔ [155] یہ زکاۃ کے بدلے میں ہے

(153) تفسير الطبري: 157/6

(154) امام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”اس قسم کا جزیہ لینے کے لیے ذمیوں پر سختی نہیں کی جائے گی۔ اگر وہ ادا کرنے سے عاجز آ جائیں تو انہیں سزا نہیں دی جائے گی۔ ایک مرتبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بہت سا جزیہ کا مال آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”مجھے لگتا ہے کہ تم نے لوگوں کو مشقت میں ڈال کر وصول کیا ہے۔“

اور زکاۃ کی نسبت بہت کم ہوتا ہے۔ یہ بیت المال میں جمع کیا جاتا ہے۔ پھر بوقتِ ضرورت اسی میں سے عیسائی شہریوں کو فنڈ مہیا کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔

(31) جزیہ کا خاتمہ:

اگر کچھ ذمی مسلمان لشکر میں شریک ہو کر جنگ کے لیے جائیں [156] تو فقہاء کے نزدیک ان سے جزیہ نہیں لیا جائے گا [157] جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایسا ہو چکا ہے۔

فرانسیسی مؤرخ لوران اپنی کتاب «أرمينية بين بيزنطة والإسلام» میں لکھتا ہے: ”آرمینیا والوں نے مسلمانوں کا اچھا استقبال کیا تاکہ وہ انہیں بیزنطہ کی غلامی سے آزاد کرائیں۔ انہوں نے مسلمانوں سے معاہدہ کیا تاکہ وہ ترکمانیوں کے مقابلہ میں ان کی مدد کریں۔ عربوں نے ان کے شہروں اور علاقوں کو چھوڑ دیا۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے سردار ”تیو دور رختونی“ اور اس کے ساری اولاد کو 653ء میں امان دی تھی۔ جب تک وہ قانون کی پابندی کریں گے، تب تک انہیں امان حاصل رہے گی۔ اس میں یہ بات بھی شامل تھی کہ تین سال تک ان سے جزیہ نہیں لیا جائے گا۔ پھر وہ جیسے چاہیں گے، خرچ کریں گے۔

ان سے یہ معاہدہ کیا گیا تھا کہ جزیہ کی جگہ جنگ کی صورت میں وہ پندرہ ہزار گھڑ سواروں سے مدد کریں گے۔ معاہدہ میں یہ شرط بھی تھی کہ خلیفہ آرمینیا کے قلعوں میں

کارندے نے کہا: ”ہر گز نہیں۔ ہم نے تو بڑی نرمی سے وصول کیا ہے۔“ پوچھا: ”بغیر مارے پیٹے؟“ کہنے لگا: ”جی ہاں۔“ فرمایا: ”تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے ہاتھ اور میری سلطنت میں ایسا ظلم نہیں ہونے دیا۔“ (المغني لابن قدامة: 621/10) مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: الأموال لأبي عبيد، ص: 54، الأموال لابن زَنْجُوْيَهْ: 386/1، أحكام أهل الذمة لابن القيم: 139/1

(155) الأموال لأبي عبيد، ص: 651

(156) تفسير المراغي: 96/10

(157) تاريخ الطبري: 3658/5، تجارب الأمم لمسكِويه: 398/1

امیر، سردار، گھڑسوار اور قاضی مقرر نہیں کرے گا۔ جب رومی ان پر حملہ آور ہوں گے تو یہ پوری بہادری اور دلیری سے ان کی مدد کریں گے۔ اس معاہدہ پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اللہ کو گواہ بنایا۔"[158]

(32) یزیدیوں یعنی مجوسی اور ان کے بارے میں شرعی موقف:

داعش نے یدیزیوں [159] (عراق میں ایک فرقہ جاتا ہے) پر بھی جنگ اور جہاد کے احکام لاگو کر دیے تھے حالانکہ انہوں نے ان کے خلاف جنگ کی تھی، نہ مسلمانوں کے خلاف لڑے تھے۔ انہوں نے انہیں قتل یا زبردستی اسلام میں داخل ہونے میں سے کسی ایک کا اختیار دے دیا تھا۔ داعش نے ان کے سینکڑوں افراد قتل کر دیے اور انہیں اجتماعی قبروں میں دفن کیا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بعد اگر امریکا اور کُرد فورس اس جنگ میں مداخلت نہ کرتیں تو لاکھوں مرد، عورتیں، بچے اور بوڑھے مارے جاتے۔

یہ سب داعش کے گھناؤنے جرائم ہیں۔

---

(158) مجلة "رسالة الإسلام"، شمارہ نمبر: 54۔ مزید تفصیل کے لیے فتوح البلدان للبلاذُرِي، ص: 211 – 210 دیکھیے۔

(159) یزیدی قرآن اور بائبل کا احترام کرتے ہیں لیکن ان کی اپنی روایات زبانی ہی ہیں موجودہ تحقیق کے مطابق اگرچہ ان کے عبادت خانے سورج کی تصاویر سے سجائے جاتے ہیں اور ان کی قبروں کا رخ مشرق کی جانب سے طلوع آفتاب کی طرف ہوتا ہے، تاہم ان کے عقیدے میں اسلام اور عیسائیت کے کئی جز شامل ہیں۔ اس فرقے کے خدا کو یزدان کہا جاتا ہے اور اس کا اتنا اعلیٰ مقام ہوتا ہے اس کی براہ راست عبادت نہیں کی جاسکتی۔ اسے غیر متحرک طاقت کے مالک سمجھا جاتا ہے، اور وہ زمین کا نگہبان نہیں بلکہ خالق سمجھا جاتا ہے۔ ملک طاؤس کو خدا کا ہمزاد تصور کیا جاتا ہے۔ یزیدی ملک طاؤس کی دن میں پانچ بار عبادت کرتے ہیں۔ یزیدیوں کے نزدیک ملک طاؤس کا دوسرا نام شیطان ہے، جو عربی میں ابلیس کو کہتے ہیں، اور اسی وجہ سے یزیدی فرقے کو شیطان کی عبادت کرنے والا کہا جاتا ہے۔ وغیرہ ان کے عقائد میں شامل ہے۔

اگر شرعی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو یزیدیین مجوسی ہیں [160] اور مجوسیوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا فرمان گرامی ہے: «سُنُّوا بِهِمْ سُنَّةَ أَهْلِ الْكِتَابِ»

ان سے اہل کتاب والا سلوک کرو۔ [161]

لہٰذا ان کا حکم بھی وہی ہے جو اہل کتاب کا ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴾

جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی بنے اور صابی [162] اور عیسائی اور مجوسی اور جو مشرک ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کردے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شاہد ہے۔ [الحج: 17]

بلکہ امویوں نے تو ہندوؤں، بدھ مت کے ماننے والوں اور اسی طرح کے دیگر لوگوں کو بھی ذمی قرار دیا تھا۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ہر بت پرست، آتش پرست، مُنکِر اور جھٹلانے والے سے جزیہ لیا جائے گا۔"

یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی مذہب ہے۔ ان کی رائے یہ ہے کہ سوائے مرتد کے ہر قسم کے مشرک اور کافر سے جزیہ لیا جائے گا، چاہے وہ عربی ہو یا عجمی۔" [163]

---

(160) دیکھیے: الموسوعة المُيَسَّرة في الأديان والمذاهب المُعَاصِرَة: 375/1

(161) موطأ مالك: 617، مسند الشافعي: 1008، فضیلۃ الشیخ علامہ البانی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن بہت سے حفاظِ حدیث نے اسے حسن بھی کہا ہے۔

(162) یہاں صابی سے مراد وہ شخص ہے جو آسمانی نازل شدہ دین کے علاوہ کسی اور دین کا پیروکار ہو، ایسے شخص کو بے دین بھی کہا جاتا ہے۔

(163) الجامع لأحكام القرآن المعروف تفسير القرطبي: 110/8

(33) آزادی اور غلامی کے مابین پُر حکمت راستہ:

سب علماء اس بات پر متفق ہیں کہ اسلام کے اہداف میں سے ایک ہدف یہ ہے کہ غلامی کو آہستہ آہستہ ختم کر دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ کتب حدیث وفقہ میں آپ کو غلام آزاد کرنے کے بارے میں ابواب تو ملیں گے، لیکن غلام بنانے کے بارے میں کوئی باب نہیں ملے گا۔ (164) کیونکہ اسلام کی غرض وغایت غلامی کا خاتمہ ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝﴾

اور آپ کیا جانیں کہ وہ دشوار گزار گھاٹی کیا ہے؟ وہ ہے کسی گردن کو غلامی سے چھڑانا۔ یا فاقہ کے دنوں میں کھانا کھلانا۔ [البلد: 14 - 12]

دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۭ﴾

تو میاں بیوی کے مل بیٹھنے سے پہلے اسے ایک غلام آزاد کرنا ہو گا۔ [المجادلة: 3]

قرآن وحدیث میں غلام آزاد کرنے کے بارے میں بہت زیادہ آیات واحادیث موجود ہیں جنہیں طوالت کے باعث یہاں بیان نہیں کیا جا رہا۔

---

(164) اس بارے میں ایک پُر لطف تاریخی واقعہ بھی سنتے جایئے۔ عبد اللہ بن یوسف بیان کرتے ہیں کہ ابو عبدِ رب (تابعی) غلاموں کی منڈی میں جاتے۔ غلام خریدتے اور آزاد کر دیتے۔ ایک انہوں نے ایک رومی بڑھیا خریدی اور اسے آزاد کر دیا۔ وہ کہنے لگی: ”میں کہاں جاؤں؟ میرے پاس تو کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔“ یہ سن کر انہوں نے اسے اپنے گھر بھیج دیا۔ جب مسجد سے نماز پڑھ کر گھر لوٹے تو رات کا کھانا پیش کیا گیا۔ انہوں نے اس بڑھیا کو بھی کھانے پر بلایا۔ اس نے کھانا کھایا۔ پھر انہوں نے اس سے بات چیت کی تو معلوم ہوا کہ وہ تو ان کی والدہ ہیں۔ انہوں نے اسلام قبول کرنے کی دعوت تو اس بڑھیا نے انکار کر دیا۔

لیکن اس کے باوجود یہ اپنی والدہ سے حسن سلوک کرتے رہے۔ ایک جمعہ کو نمازِ عصر کے بعد انہیں خبر ملی کہ ان کی والدہ مشرف بہ اسلام ہو گئی ہیں تو فوراً ہی شکر ادا کرنے کے لیے سجدہ ریز ہو گئے اور تب سر اٹھایا جب سورج غروب ہو چکا تھا۔ (حلية الأولياء لأبي نعيم: 160/5، تاريخ أبي زرعة الدمشقي: 247/1، تاريخ دمشق لابن عساكر: 52/67، الكُنى والأسماء للدولابي: 70/2)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کر دیا تھا۔۔۔وراثت میں کوئی لونڈی اور غلام نہ چھوڑا۔“ (165)

تقریباً سو سال ہو چکے ہیں کہ ساری دنیا عملی طور پر غلامی کے خلاف متفق ہو چکی ہے۔ تاریخ انسانی میں یہ بہت عمدہ کام ہوا ہے۔ یہ اسلام کے احکام اور شریعت کے بالکل بھی خلاف نہیں ہے بلکہ افریقہ اور ایشیاء وغیرہ کے بہت سے معاشروں میں ہونے والے بکثرت مظالم سے چھٹکارہ پانے میں معاون ثابت ہوا ہے۔

اسلام نے تو خصوصی طور پر اس کا حکم دیا ہے کہ اگر کسی کے پاس غلام ہوں تو اس پر لازم ہے کہ ان سے اچھا سلوک کرے۔ ان کے اور آزاد لوگوں کے حقوق میں فرق نہ کیا جائے۔

مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی، ج: 4، ص: 289، میں لکھا ہے: ”یہاں یہ بات ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سارے ممالک اور انسانی معاشروں کے اتفاق سے غلامی کی تمام اقسام ختم ہو چکی ہیں۔ حکیم شارع کا بھی یہی ہدف تھا۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں اس طرف اشارات موجود ہیں۔ لہٰذا جب عصرِ حاضر میں غلامی ختم ہو چکی ہے تو اس سے کسی اسلامی حکم پر کوئی زد نہیں پڑتی۔“(166)

شیخ عبد العزیز جاویش رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”شریعت کی رُو سے کسی مسلمان کو غلام بنانا قطعاً ناجائز ہے۔ اس کے علاوہ صرف انہی غیر مسلموں کو غلام بنانا جائز ہے جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے لڑی گئی جنگ میں قیدی بنیں۔ اس میں یہ خیال رکھا جائے کہ ان غیر مسلموں نے مسلمانوں پر زیادتی کی ہو۔

---

(165) البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر: 284/5

(166) حق یہی ہے کہ اسلام نے غلامی کے ساتھ مثبت رویہ اپنایا ہے اور اسے براہِ راست حرام قرار نہیں دیا۔

جہاں تک لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرنے والے غیر کتابی،[167] مثلاً: بت پرستوں کا تعلق ہے تو امام مالک، شافعی اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کا موقف ہے کہ یہ قطعاً ناجائز ہے۔"[168]

(34) داعش نے غلامی کو زندہ کر کے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کر دیا:

داعشیو! تم نے مسلمانوں کے عملی اور واقعی اجماع کے سو سال بعد، اسے توڑ کر عورتوں کو لونڈیاں بنایا ہے۔ اس بُرے طریقہ کے ذریعہ تم نے نئے سرے سے زمین میں فتنہ وفساد کو جگایا ہے اور جس چیز کو پُر حکمت شریعت آہستہ آہستہ ختم کر رہی تھی، اسے زندہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

یہ عالمی سطح کا اجماع تھا جس پر تمام عرب اور مسلم ممالک نے دستخط کیے تھے کہ غلامی کو ختم کرنا ہے۔ یہ معاہدہ تھا اور معاہدہ کے بارے میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:﴿ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴾

اور عہد کی پابندی کرو کیونکہ عہد کے بارے میں تم سے پوچھ ہو گی۔ [الإسراء : 34]

تم نے ایسے عہد کی خلاف ورزی کی ہے کہ مستقبل میں ہو سکتا ہے کہ یہ سارے مسلمان مَردوں اور عورتوں کے حق میں خطرناک ثابت ہو۔ بلکہ فقہِ مصالح اور مفاسد (جس کا ادنیٰ حصہ بھی ان لوگوں کو حاصل نہیں ہے، کاش کہ انہیں سمجھ ہوتی!) بھی اسی بات کی تلقین کرتی ہے کہ اس طرح کا دروازہ نہ کھولا جائے، اگرچہ یہ بات حق ہی ہو، حالانکہ یہ ذرہ

---

(167) یعنی وہ لوگ جو اہل کتاب کے علاوہ ہیں جبکہ اہل کتاب میں صرف وہی شامل ہیں جن کو آسمانی کتاب عطا کی گئی اور آسمانی کتابیں چار تورات، انجیل، زبور اور قرآن پاک۔ سو جنہیں آسمانی کتاب عطا نہیں کی گئی وہ "غیر کتابی" ٹھہرے۔

(168) الإسلام دین الفطرة، ص: 79

برابر بھی حق بات نہیں ہے کیونکہ آج اس مسئلہ کو زندہ کرنا، امت مسلمہ کے حق میں نہایت خطرناک ثابت ہو گا۔

اس مسئلہ میں مختصر اور جامع بات وہی ہے جو فضیلۃ الشیخ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: ”غلامی جائز ہے۔ نہ واجب ہے، نہ مستحب۔ اسی وجہ سے اسے مسلمانوں اور کفار میں ہونے والے معاہدہ کے پیش نظر چھوڑ دینا جائز ہے۔ جیسا کہ اب یہ حقیقت ہے۔“ (169)

ایسا اس لیے ہے کیونکہ ”شریعت کی بنیاد حکمتوں اور بندوں کے دینی و دنیاوی مصالح پر ہوتی ہے۔ شریعت ساری کی ساری عدل، رحمت، مصلحت اور حکمت پر مشتمل ہے۔“ لیکن آج کہاں یہ اور کہاں وہ ! آج مصالح اور مفاسد کا خیال کس نے رکھنا ہے جبکہ ایسے لوگ بھی نظر نہیں آتے جو انہیں جانتے پہچانتے ہوں یا ان کے مطابق فیصلے کر سکیں۔

(35) کسی کو دین قبول کرنے پر مجبور کرنا اور اسلام میں اس کے اصول و قوانین:

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿لَسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ﴾
آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر مسلط کیے ہوئے نہیں ہیں۔ [الغاشية : 22]

دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۖ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ﴾

دین (کے معاملہ) میں کوئی زبردستی نہیں۔ ہدایت گمراہی کے مقابلہ میں بالکل واضح ہو چکی ہے۔ [البقرة : 256]

ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَن فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا ۚ أَفَأَنتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴾

---

(169) یہ قول الشیخ ابو معاویہ حفظہ اللہ کی ویب سائٹ پر موجود ہے۔ مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن کی کتاب «النظم الإسلامية» ص: 316 - 301 ملاحظہ فرمائیں۔

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں موجود ہیں سب کے سب ایمان لے آتے، پھر کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے کہ وہ ایمان لے آئیں؟ [یونس: 99]

ایک اور جگہ فرمایا: ﴿لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝٦﴾

تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین۔ [الکافرون: 6]

یہ بات معلوم شدہ ہے کہ آیت: ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی تھی۔ لہٰذا کوئی شخص اسے منسوخ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ لیکن اے گروہِ داعش! تم نے غیر مسلموں کو ایسے ہی اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا ہے، جیسے تم نے مسلمانوں پر اپنی باطل آراء کو ٹھونسنے کی کوشش کی ہے۔

(36) شرعی کنٹرول اور ظالمانہ زبردستی میں فرق:

اپنے زیرِ کنٹرول علاقہ میں رہائش پذیر ہر شخص کو تم مجبور کرتے ہو کہ وہ ہر چھوٹا بڑا وہی کام کرے جو تمہاری مرضی کے عین مطابق ہو، چاہے وہ بندے اور اس کے رب کا ذاتی معاملہ ہی کیوں نہ ہو۔

رَقَّہ، دیرُ الزُور اور دیگر علاقہ جات، جن پر تمہارا قبضہ تھا، تم نے وہاں کے باشندوں پر اپنے مسلح بندے مسلط کیے ہوئے تھے، جو لوگوں کی نگرانی کرتے تھے اور اپنے آپ کو محتسب سمجھتے تھے۔[170] لوگوں کا اس انداز سے محاسبہ کرتے تھے گویا خدائی فوجدار ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے طاقت کے زور پر اپنے احکامات کے نفاذ پر تعینات کیا ہوا ہے۔

حالانکہ اس رویہ کو کبھی بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کہا جا سکتا۔ یہ تو ظالمانہ، زبردستی اور اندھا دھند مسلسل ڈراوا ہے۔

---

(170) اہل علم نے محتسب کی صفات میں یہ لکھا ہے کہ ”وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ نرمی، بردباری اور سمجھداری سے ادا کرے۔“ کیا ان کا رویہ ایسا ہی ہے؟ مزید تفصیل کے لیے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب «الحِسبة» ص: 84 کا مطالعہ کریں۔

(37) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے قواعد وضوابط:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مجموع الفتاویٰ، ج: 28، ص: 136 پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے قواعد وضوابط بہت خوبصورت انداز میں بیان کیے ہیں۔ جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اس معاملہ میں بھی صراطِ مستقیم سے کس قدر دور بھٹک رہے ہیں!

شیخ الاسلام کی عبارت کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے: ”سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ تھی: ”اے اللہ! میرے سارے اعمال کو صالح بنا دے۔ ان کو اپنے لیے خالص فرمادے اور کسی کا اس میں ذرہ برابر بھی حصہ نہ بنانا۔“ (171)

جب ہر عمل صالح کی حد یہی ہے کہ وہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ہو تو پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے کو چاہیے کہ اپنے آپ کو ایسا ہی بنائے۔ اس کا عمل تب تک صالح نہیں بن سکتا جب تک علم وبصیرت کی بنیاد پر اسے سرانجام نہ دیا ہو۔

عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: ”جو شخص بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے، تو وہ اصلاح سے زیادہ خرابیاں پیدا کرتا ہے۔“(172)

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: ”عمل سے پہلے علم حاصل کرو۔ عمل علم کے تابع ہوتا ہے۔“(173)

یہ بات بالکل واضح ہے کیونکہ جب عمل کے پیچھے علم نہیں ہوتا ہے تو عمل جہالت وگمراہی اور نفس کی پیروی ہوتا ہے۔

لہٰذا معروف ومُنکَر اور ان میں فرق کا علم ہونا ضروری ہے۔

یہ بھی پتہ ہونا چاہیے کہ کب حکم دینا ہے اور کب منع کرنا ہے۔

---

(171) طبقات المحدثين بأصبهان لأبي الشيخ الأصبهاني: 261/4

(172) الزهد لأحمد: 1667، سنن الدارمي: 321، مصنف ابن أبي شيبة: 35192

(173) جامع بيان العلم لابن عبد البر: 268

اصلاح کرتے وقت یہ مد نظر رکھنا بھی ضروری ہے کہ انہی باتوں کا حکم دیا جائے اور انہی باتوں سے روکا جائے جن کا تعلق صراطِ مستقیم سے ہے۔ مقصد کے حصول کے لیے یہی بہترین راستہ ہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی لازمی ہے کہ محتسب تکالیف آنے پر صبر وحوصلہ سے انہیں برداشت کر سکتا ہو۔ کیونکہ اس راستہ میں تکالیف سے لازماً واسطہ پڑتا ہے۔ اگر بندہ صبر وحوصلہ سے کام نہیں لے گا تو اصلاح سے زیادہ بگاڑ کا باعث بن جائے گا۔

الغرض محتسب میں علم، نرمی اور صبر کا پایا جانا بے حد ضروری ہے۔

امر ونہی سے پہلے علم، اس کے ساتھ نرمی اور اس کے بعد صبر ہونا چاہیے۔ اگرچہ تینوں ان حالات میں اس کے ساتھ رہیں۔" (شیخ الاسلام کی عبارت کا خلاصہ مکمل ہوا۔)

بتاؤ اے اہل داعش! کہاں ہیں تمہارے اندر یہ بلند ایمانی مفاہیم اور سیدھے راستہ پر گامزن کرنے والے شرعی احکامات؟

(38) داعش کے برعکس اسلام کا خواتین سے طرزِ عمل:

یہ بہت طویل موضوع ہے۔ مختصر یہ کہ:

تم نے خواتین سے متعلق ایسا رویہ اپنایا ہے کہ گویا وہ قیدی ہیں اور ان میں عقل نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ نہ انہیں گھر سے باہر نکلنا چاہیے، نہ لکھنا پڑھنا چاہیے۔[174] حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: «طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ»

علم حاصل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔[175]

---

(174) حتیٰ کہ تمہارے نزدیک شرعی قواعد وضوابط کا لحاظ رکھنے کے باوجود بھی انہیں لکھنا پڑھنا نہیں سیکھنا چاہیے۔

(175) سنن ابن ماجه: 224، مسند أبي يعلى: 2837، جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البر۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس روایت کے راوی ہیں۔ ویسے یہ روایت بہت سے صحابہ کرام سے مروی ہے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی تمام سندوں کو ایک علیحدہ کتاب میں جمع کیا ہے۔

یہ بالکل عمومی حکم ہے جس میں مَرد وزَن دونوں شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ کتاب اللہ کی جو پہلی آیت نازل ہوئی تھی، اس کے آغاز میں حکم تھا: ﴿اِقْرَاْ﴾ ''پڑھیے۔'' [العلق: 1]

اس حکم میں مَردوں اور خواتین کے لیے جس قدر علم، پڑھنے اور سیکھنے سکھانے کی فضیلت ہے، اللہ تعالیٰ ہی اسے خوب جانتے ہیں۔

تم خواتین کو اپنے جنگجوؤں سے شادی کرنے پر مجبور کرتے ہو!

یہ سب کچھ کیسے صحیح ہو سکتا ہے جبکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يَآاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ①﴾

لوگو! اپنے اس رب سے ڈرتے رہو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا۔ پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے (دنیا میں) بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔ نیز اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور قریبی رشتوں کے معاملہ میں بھی اللہ سے ڈرتے رہو۔ بلاشبہ اللہ تم پر ہر وقت نظر رکھے ہوئے ہے۔ [النساء: 1]

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے: «اسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا»

میں تمھیں عورتوں سے حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وصیت کا خیال رکھنا۔[176]

---

(176) صحيح البخاري: 5186، صحيح مسلم: 1468

(39) داعش کا بچوں سے ظالمانہ برتاؤ:

تم نے بچوں کو بھی اپنے ساتھ جنگ میں شریک کیا ہوا ہے۔ کوئی ان میں سے اسلحہ اٹھاتا ہے۔ کسی کو تم نے کھوپڑیوں سے کھیلنے کا عادی بنا دیا ہے۔ کوئی ان میں لڑتا بھڑتا، قتل کرتا اور قتل ہوتا ہے۔ کسی کو تم اپنے مدارس میں سزائیں دیتے ہو تاکہ مخصوص کاموں پر انہیں مجبور کرو۔ کسی کو تم نے نہایت بے دردی سے صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔

میرے خیال میں اتنا کہنا کافی ہے کہ یہ سب کچھ ان معصوموں پر کیے جانے والے سنگین جرائم ہیں کیونکہ بچے تو شرعی طور پر کسی چیز کے پابند نہیں ہوتے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيرًا ﴿٧٥﴾﴾

(مسلمانو!) تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جہاد نہیں کرتے جبکہ کئی کمزور مرد، عورتیں اور بچے ایسے ہیں جو یہ فریاد کرتے ہیں کہ: ”اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارے لیے کوئی حامی اور مددگار پیدا فرمادے۔“ [النساء: 75]

اس پر مستزاد کہ ان درندہ صفت انسانوں نے نومبر 2015 میں 12 کم سن بچوں کو صرف اس بناء پر شہید کر دیا کہ یہ کیمپ سے فرار ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔ [177] انا للہ وانا الیہ راجعون

کیا تمہارا مزعومہ خلیفہ تمہیں یہی کچھ سکھاتا ہے۔۔۔؟؟؟

کیا یہی دین اسلام ہے؟؟؟ واللہ! دین اسلام قطعاً ایسا درس نہیں دیتا۔

---

(177) مشہور خبر ہے العربیہ، بی بی سی، نوائے وقت اور ایکسپریس وغیرہ کی ویب سائٹ پر موجود ہے۔

(40) حدود کے نفاذ کے لیے شرعی قواعد وضوابط:

شرعی نقطہ نظر سے حدود کا نفاذ لازمی ہے لیکن ان حدود کو تبھی نافذ کیا جائے گا جب پہلے انہیں بیان کر دیا گیا ہو، لوگوں کو ان سے خبر دار کر دیا گیا ہو اور ان کے نفاذ کی جو شرائط ہیں، وہ مکمل طور پر پائی جا رہی ہوں۔ کمزوری، جہالت اور شدت کے تحت ان کا نفاذ نہیں کیا جائے گا۔

نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے اپنے زمانہ مبارک میں بعض حالات کے پیشِ نظر حدود جاری نہیں کیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جہاں کہیں شک پیدا ہو جائے تو حدود نافذ نہیں کی جائیں گی۔

سیدنا عمر بن خطاب رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فرمایا کرتے تھے: ”شبہات کی بناء پر حدود معطل کرنا، شبہات کی بناء پر نافذ کرنے سے مجھے زیادہ پسند ہے۔“[178]

اسی طرح سیدنا معاذ بن جبل، عبد اللہ بن مسعود اور عقبہ بن عامر رَضِيَ اللهُ عَنْهُم سے بھی مروی ہے کہ ان سب نے کہا: ”جب کسی حد کے بارے میں شبہ ہو جائے تو پھر نافذ نہ کرو۔“[179]

سیدہ عائشہ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فرماتی ہیں: ”جس قدر ممکن ہو، مسلمانوں پر حدود نافذ کرنے سے پرہیز کرو۔ اگر کسی مسلمان کے بچ نکلنے کا امکان ہو تو اسے چھوڑ دو۔ کیونکہ حاکم کا معاف کرنے میں غلطی کرنا سزا دینے میں غلطی کرنے سے بہتر ہے۔“[180]

تمام اسلامی فقہی مذاہب میں حدود کے نفاذ کے لیے واضح اور پختہ قواعد وضوابط موجود ہیں۔ حدود کے نفاذ کی شرائط کو ملحوظ خاطر رکھنا اتنا آسان نہیں ہے جتنا یہ جذباتی لوگ سمجھتے ہیں۔

---

(178) مصنف ابن أبي شيبة: 28493

(179) مصنف ابن أبي شيبة: 28494، سنن الدارقطني: 3099

(180) مصنف ابن أبي شيبة: 28502

کسی ضرورت مند، فاقہ مست یا تنگدست پر حدود کا نفاذ نہیں ہو گا۔

مقررہ حد سے کم مال کی چوری کرنے والے پر حد نافذ نہیں ہو گی۔

لیکن تم لوگ جذبات میں بہہ کر اچھا سمجھتے ہوئے حدود کے نفاذ میں بے حد عجلت سے کام لیتے ہو!

مسئلہ حدود اور اس کے نفاذ کی روح کو سمجھنے کے لیے درج ذیل واقعہ ہی کافی ہے۔ ابو ماجد حنفی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ عبد اللہ فرمانے لگے: ”مجھے وہ پہلا شخص یاد ہے جس کا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاٹا تھا۔ ہوا یوں تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چور لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا۔ لیکن محسوس ایسا ہوا کہ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ پریشان سے ہو گئے ہیں۔ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! شاید آپ کو اس کا ہاتھ کٹنا ناگوار گزرا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے یہ ناگوار کیوں نہ ہو؟ اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مدد گار مت بنو۔ حاکم کے لیے مناسب یہی ہے کہ جب اس کے پاس حدود کے نفاذ کا کوئی معاملہ آئے تو وہ اسے نافذ کرے۔ یقیناً اللہ عزو جل معاف کرنے والے ہیں اور معافی کو پسند کرتے ہیں۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٢﴾﴾

انہیں چاہئے کہ وہ ان کو معاف کر دیں اور ان سے در گزر کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں معاف کر دے۔ اور اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ [النور: 22] [181]

(181) مسند أحمد: 4253، مسند الحميدي: 89، المستدرك للحاكم: 8155، السنن الكبرىٰ للبيهقي: 8/331۔ فضیلۃ الشیخ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلة الأحاديث الصحيحة: 1638 میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اسی طرح سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آپس میں حدود کو معاف کر دیا کرو۔ اگر معاملہ مجھ تک پہنچ گیا تو پھر حد کا نفاذ واجب ہو جائے گا۔''(182)

بلکہ بعض صحیح احادیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص زنا سے سچی توبہ کرلے تو اس پر بھی حد نہیں لگائی جائے گی۔ تفصیل کے لیے فضیلۃ الشیخ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب «سلسلة الأحاديث الصحيحة: 569/2» ملاحظہ کریں۔ جہاں انہوں نے علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے اس موقف کو ترجیح دی ہے۔

(41) داعش کا بدترین طریقہ سے سزائیں دینا:

تمہارے بعض کارکنوں یا قیدیوں نے بتایا ہے کہ تم نے انہیں بہت بھیانک سزائیں دی ہیں۔ مثال کے طور پر زندہ درگور کرنا اور چھریوں سے گردنیں اتارنا۔

یہ سخت ترین جسمانی اور نفسیاتی سزا ہے۔ اور شرعاً قطعی طور پر ناجائز ہے۔

جہاں تک تمہارا اجتماعی سزائیں دینا یا ایک کے سامنے دوسرے کو قتل کرنے کا تعلق ہے، جیسا کہ تم کرتے ہو، بلکہ اپنے ان کرتوتوں پر فخر کرتے ہو، یہ قطعاً حرام ہے۔

ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنت تو یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کے پاس سے گزرے جو اپنی بکری کو ذبح کرنے کے لیے لٹا کر اس کی گردن پر پاؤں رکھے ہوئے تھا اور ساتھ ساتھ چھری تیز کر رہا تھا۔ بکری سہمی ہوئی نگاہوں سے اس کو

---

(182) سنن أبي داؤد: 4376، السنن الكبرىٰ للنسائي: 7531، سنن النسائي: 4929، المستدرك للحاكم: 8156، سنن الدارقطني: 3196، السنن الكبرىٰ للبيهقي: 575/8۔ فضیلۃ الشیخ نے صحيح الجامع الصغير وزيادته: 2954 میں اسے حسن قرار دیا ہے۔

دیکھ رہی تھی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم اسے بار بار مارنا چاہتے ہو؟ اسے زمین پر گرانے سے پہلے چھری کیوں نہیں تیز کی؟“ (183)

یہ تو اس کا بے زبان جانور کو موت سے پہلے چھری دکھانا تھا۔ جب نبی کریم ﷺ اس پر اتنا سخت ناراض ہو رہے ہیں تو بتاؤ ذبح کرنا اور چھری چلانا، وہ بھی انسان پر اور وہ بھی ایک دوسرے کے سامنے کس قدر ناراضگیٔ رسول کا باعث ہو گا؟!

بلکہ تمہارے بعض جنگجو جن کو قتل کرنا چاہتے ہیں، انہیں برا بھلا کہتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں: ”جلد ہی ہم تمہیں بکریوں کی طرح ذبح کر دیں گے۔“ اور پھر ایسا کر گزرتے ہیں! (184)

تمہارے جنگجوؤں نے صرف قتل پر اکتفا نہیں کیا بلکہ قتل کے ساتھ ساتھ توہین و استہزاء کو بھی شامل کر لیا ہے، حالانکہ فرمان الٰہی ہے: ﴿يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰٓ أَنْ يَّكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ﴾

اے ایمان والو! (تمہارا) کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ مذاق اڑانے والوں سے بہتر ہوں۔ [الحجرات : 11]

حتیٰ کہ یہ لوگ اپنے اس گھناؤنے شوق میں اس حد تک پہنچ گئے کہ انہوں نے اپنے قیدیوں کو زندہ جلانا شروع کر دیا جیسا کہ اردنی پائلٹ کا واقعہ پیچھے مفصل گزر چکا ہے۔

---

(183) المستدرك للحاكم: 7570، مصنف عبد الرزاق: 8608، السنن الكبرىٰ للبيهقي: 1941۔ راوی حدیث سیدنا عبد اللہ بن عباس ہیں۔ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب سلسلة الأحاديث الصحيحة: 24 میں اسے درج کیا ہے۔

(184) ہم نے ایک ویڈیو دیکھی جس میں انہوں نے ایک شامی جنگجو کو پکڑ کر ذبح کیا، اس نے نماز پڑھنے کی اجازت مانگی تو اس کا مذاق اڑاتے رہے اور نماز پڑھنے کی اجازت بھی نہ دی اور پھر اسے ذبح کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(42) داعش کی طرف سے مقتولوں کا مُثلہ:

جہاں تک مُثلہ کی بات ہے یعنی جسموں کو کاٹنا تو تم لوگ گردنیں اتارتے ہو، انہیں زمین پر رکھتے ہو، گھروں میں شو پیس کی طرح لٹکاتے ہو، فٹ بال کی طرح ان سے کھیلتے ہو اور پھر اپنے جرائم کی تصویریں فخریہ پوری دنیا میں پھیلاتے ہو۔

اس کے علاوہ تم کٹے ہوئے سَروں اور جسموں کا بھی مذاق اڑاتے ہو!

تم نے اپنے شامی معسکرات میں ہونے والے ان گھناؤنے اعمال کی تصویریں ساری دنیا میں پھیلا دی ہیں۔ تم نے اپنے ان بدترین جرائم کے ذریعہ اسلام کے خلاف بہتان گھڑنے والوں کو دلیل مہیا کر دی ہے کہ واقعی اسلام تشدد پسند اور وحشیانہ دین ہے۔ کیونکہ تم نے اپنے وحشیانہ افعال کو اسلام کا نام دے کر ہی انٹرنیٹ پر پھیلایا ہے۔ جبکہ اسلام ان تمام افعال سے بری ہے اور انہیں حرام قرار دیتا ہے۔

(43) بغیر شرعی ضوابط کو ملحوظ رکھے قبروں کو گرانا بہت بڑی آفت ہے:

مذکورہ بالا بحث کے باوجود بغیر شرعی ضوابط اور فقہی اصولوں کو پیش نظر رکھے ان قبروں اور بڑے بڑے قبوں کو گرانا، جیسا کہ داعش نے کیا ہے، ناجائز ہے اور غیر شرعی عمل ہے۔ اس کو اسی وقت جائز قرار دیا جاسکتا ہے جب اس کی وجہ سے اس سے بڑی کوئی آفت گلے نہ پڑے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: ”عائشہ! اگر تمہاری قوم نو مسلم نہ ہوتی تو میں بیت اللہ کو گرانے کا حکم دیتا۔ پھر اس کو دوبارہ تعمیر کرتا۔ اس میں وہ حصہ بھی شامل کر دیتا جو اس سے باہر ہے۔ اس کا دروازہ زمین کے قریب کر دیتا۔

بلکہ اس کے دو دروازے بنا دیتا۔ ایک شرقی اور ایک غربی۔ اس کو ابراہیمی بنیادوں پر تعمیر کرتا۔" (185)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اس حدیث سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ کسی اچھے کام کو بڑی آفت کے ڈر سے چھوڑا جا سکتا ہے۔" (186)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "اس حدیث سے بہت سے احکام کے قواعد وضوابط ملتے ہیں۔ مثلاً: جب دو مصلحتیں ایک دوسرے کے یا ایک مصلحت کسی مفسدہ کے خلاف ہو اور انہیں اس طرح سرانجام دینا مشکل ہو کہ مصلحت حاصل ہو اور مفسدہ سے بچاؤ ہو جائے تو پھر وہ کام کیا جائے گا جو زیادہ اہم ہو گا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے ذریعہ یہ بتایا ہے کہ کعبہ کو گرا کر ابراہیمی بنیادوں پر کھڑا کرنا ایک مصلحت ہے لیکن اس کے بالمقابل ایک بہت بڑی آفت بھی کھڑی نظر آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ نو مسلم اسلام سے پھر جائیں گے کیونکہ وہ لوگ کعبہ کی فضیلت کے قائل تھے اور اس میں تبدیلی کو بہت بُرا سمجھتے تھے۔" (187)

(44) قبروں اور مزاروں جیسی شرعی خلاف ورزیوں کی تردید کا صحیح طریقہ:

بلاشبہ مصالح اور مفاسد کے قواعد جاننے والے، پختہ علم رکھنے والے علماء کے صحیح فتاویٰ کے بغیر اور معتبر حکمرانوں کی اجازت اور نگرانی کے بغیر، قبوں کو گرانے (188) کی وجہ

(185) صحيح البخاري: 7243، صحيح مسلم: 3222

(186) فتح الباري: 225/1

(187) شرح صحيح مسلم: 89/9

(188) بلکہ بعض اوقات تو مخصوص حالات کے پیش نظر قبروں اور مزاروں کے موضوع پر کچھ کہنا بھی ناممکن ہو جاتا ہے۔ ایسی صورتحال میں بات نہ کرنے والا معذور سمجھا جائے گا۔ ایسا شخص نہ تو جماعت

سے بعض گروہ اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کے دشمن بن جاتے ہیں اور اسی وجہ سے ان سے شدید نفرت کرنے لگتے ہیں۔ لہٰذا یہ کام کرنے سے پہلے لازم ہے کہ لوگوں کے سامنے حق بیان کیا جائے اور انہیں صحیح دین سکھایا جائے تاکہ لوگوں کی اکثریت کے دلوں میں ایمان جگہ بنالے۔ ایسا تبھی ہو سکتا ہے جب لوگوں سے نرمی سے پیش آیا جائے اور آہستہ آہستہ انہیں سمجھایا جائے۔

ایک تاریخی مثال آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جب خلیفہ بنے تو انہوں نے گزشتہ خلفاء کے بگاڑے ہوئے کاموں کو سدھارنے میں جلدی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ بلکہ ان کا بیٹا عبد الملک ان کے پاس آیا اور کہنے لگا: ”ابا جان! آپ جو عدل کرنا چاہتے ہیں، وہ کر کیوں نہیں رہے؟ اللہ کی قسم! مجھے کوئی پروا نہیں کہ اس وجہ سے میرے اور آپ کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔“

عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے: ”بیٹا! میں لوگوں کو مشکل کام کے لیے تیار کر رہا ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنی حکومت کی بنیاد عدل پر رکھوں۔ میں اس کو تب تک مؤخر کرنا چاہتا ہوں جب تک لوگوں کے اندر سے دنیا کی حرص ختم نہ ہو جائے۔ جب وہ اس سے بیزار ہو جائیں گے تو عدل میں سکون محسوس کریں گے۔“ (189)

علامہ آلوسی نے اپنی تفسیر میں جب قبروں پر بنے ہوئے قبوں اور مزاروں کا تذکرہ کیا تو وہاں بعض علماء کے حوالہ سے یہ بھی لکھا: ”جو شخص بھی طاقت رکھتا ہو اور کسی بڑی

سے علیحدہ ہونے والا سمجھا جائے گا اور نہ اس پر زیادتی کی جائے گی۔ یہ صورتحال تفرقہ کی موجب بھی نہیں بنتی۔

فضیلۃ الشیخ عبد العزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے جیسا کہ فضیلۃ الشیخ عبد اللہ المعتاز نے اپنی مفید کتاب «الدعوة إلى الجماعة والائتلاف والنهي عن التفرق والاختلاف» ص: 51 50 پر ان کا قول نقل کیا ہے۔

(189) الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر للخَلَّال، ص: 26، مصنف ابن أبي شيبة: 35091

آفت کا اسے خطرہ نہ ہو تو اسے چاہیے کہ ان مزارات اور قبوں کو گرادے۔ اگر طاقت نہیں رکھتا یا مفسدہ کا ڈر ہو تو پھر اس کام کو حکمران کے سپرد کر دینا چاہیے۔" (190)

یہ بات انہوں نے بالکل ٹھیک کہی ہے۔

علامہ حسین بن مہدی النُعْمِی یمانی (المتوفیٰ: 1187ھ) نے اپنی کتاب «فتح الملك الوهاب في تقرير وجوب هدم المشاهد والقِباب» ص: 187 پر قبوں کو گرانے کی نصوص اور فتنہ کے خوف سے باز رہنے والی بات کو جمع کرتے ہوئے لکھا ہے: "ہم اللہ تعالیٰ کے حضور قبوں اور مزاروں کی تعمیر سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ اگر فتنہ کا خوف نہ ہوتا تو ہم بذات خود انہیں گراتے تاکہ ان شیطانی اڈوں سے گمراہ ہونے والے بندوں کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لایا جائے۔"

(45) قبروں کے حوالہ سے دیگر شرعی احکام:

عام قبروں کو کھودنا، تباہ و برباد کرنا اور دھماکے سے اڑانا جائز نہیں ہے کیونکہ اس طرح نیک مسلمانوں بلکہ عام مسلمانوں کے اجسام بھی خراب ہوں گے۔

ایک اور زاویہ سے دیکھا جائے تو شرعی قواعد وضوابط کے تحت کی جانے والی زیارت قبور (191) موت اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿أَلْهَىٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝١ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝٢﴾ [التكاثر: 2 1]

تمہیں کثرت (کی ہوس) نے غافل کر رکھا ہے۔ حتیٰ کہ تم قبروں کو جا ملتے ہو۔

---

(190) روح المعاني: 226/8

(191) مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: «زيارة القبور عند المسلمين» تاليف: سالم العبدان۔ اس میں ص: 139 – 120 تک قبروں پر عمارتیں بنانے کے بارے میں تفصیل باب موجود ہے۔

(46) مسلمان حکمران کے خلاف بغاوت حرام ہے:

اگر کوئی مسلمان حاکم ایسے واضح کفر اکبر کا ارتکاب کرے، جس کے کرنے والے کی تکفیر پر مسلمانوں کا اجماع ہو یا وہ حکمران اقامتِ صلاۃ سے روکتا ہو، تو اس کے خلاف بغاوت جائز ہے۔ وگرنہ ناجائز۔

اس کی دلیل رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾

اے ایمان والو! اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور ان حاکموں کی بھی جو تم میں سے ہوں۔ [النساء: 59]

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان گرامی ہے: «اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَإِنِ اسْتُعْمِلَ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ».

حاکم کی سنو اور مانو، اگرچہ وہ حبشی ہی کیوں نہ ہو کہ جس کا سر منقیٰ کی طرح ہو۔[192]

ایک اور حدیث میں ہے، فرمایا: ''تمہارے بہترین حاکم وہ ہوں گے جنہیں تم پسند کرو گے اور وہ تمہیں پسند کریں گے۔ وہ تمہارے لیے دعائیں کریں گے اور تم ان کے لیے دعائیں کرو گے۔ برے حکمران وہ ہوں گے جن سے تم نفرت کرو گے اور وہ تم سے نفرت کریں گے۔ تم ان پر لعنت بھیجو گے اور وہ تم پر لعنت بھیجیں گے۔'' کسی نے پوچھا: ''یارسول اللہ! ہم ان کے خلاف مسلح بغاوت نہ کر دیں؟'' فرمایا: ''نہیں! جب تک وہ تمہارے اندر

---

(192) صحيح البخاري: 693۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے: ''اس مثال کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا ہے کہ اگرچہ وہ حاکم حقیر ہو، شکل وصورت سے تمہیں ناپسند ہو، پھر بھی اس کی بات ماننا ہو گی۔'' (عمدة القاري: 228/5)

اقامتِ صلاۃ کا نظام قائم رکھیں،[193] تب تک اجازت نہیں ہے۔ اگر تمہیں اپنے حکمرانوں میں کوئی ناپسندیدہ چیز نظر آئے تو اس عمل کو تو ناپسند کرو لیکن حاکم کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچو۔ "[194]

(47) حاکم کو تختِ حکومت سے اتارنے کی شرائط:

اگر حاکم کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے معاملاتِ حکومت کو چلانے سے عاجز آجائے، یا کافر ہو جائے اور ملک کے سر کردہ علماء جو رائے دینے کے قابل ہوں اور مرکزی مجلس شوریٰ کے ممبران اگر خون بہائے اور فتنوں کو جگائے بغیر اس حکمران کو تخت حکومت سے اتارنے کی استطاعت رکھتے ہوں تو ایسا کر گزریں۔ اگر نہ کر سکیں تو پھر ایسا کرنا ان کے لیے جائز نہیں۔[195]

کسی فاسق وفاجر حاکم کے خلاف بغاوت جائز نہیں، اگرچہ وہ شریعت کے مطابق فیصلہ نہ بھی کر رہا ہو[196] کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ۝۴۴﴾

---

(193) جہاں ہمارے پاکستان کا تعلق ہے تو یہاں الحمد للہ ابھی تک ایسا وقت نہیں آیا اور نہ ہی ان شاء اللہ ایسا وقت آئے گا کہ اقامتِ نماز سے روکا جائے بلکہ یہاں تو حکومت خود اس بارے فکر مند نظر آتی ہے کہ ہم اپنے ملک میں نظام اوقات الصلوۃ بنائیں مساجد بنائی جاتی ہیں، اس پر مزید کہ شرعی فیصلہ کرنے کے لئے شرعی کورٹ بھی موجود ہیں۔ والحمد للہ علی ذلك

(194) صحیح مسلم: 1855۔ حدیث نمبر: 1854 میں یہ الفاظ ہیں کہ جب تک نماز پڑھیں۔

(195) حاکم کے عاجز یا کافر ہونے کی صورت میں اسے تختِ حکومت سے اتارنے کے لیے بہت سے شرعی قواعد وضوابط ہیں، جن میں سے دو بہت اہمیت کے حامل ہیں: ① رائے دینے کے اہل علماء اس کا فتویٰ دیں۔ ② اس بات کا غالب گمان ہو کہ ایسا کرنے سے ملک میں کوئی بڑا افساد نہیں مچے گا۔

(196) یہی وہ رائے ہے جس کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بہت سی کتابوں میں پیش کیا ہے۔ حتیٰ کہ یہ موقف ان کا امتیازی نشان بن چکا ہے۔ جبکہ بہت سے اشعری علماء اسے جائز سمجھتے ہیں۔ مثلاً: غیاث

اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔ [المائدۃ: 44]

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔[المائدۃ: 45]

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾

اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو ایسے ہی لوگ نافرمان ہیں۔[المائدۃ: 47]

معلوم ہوا کہ اگر کوئی حکمران شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کر رہا تو اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں: کفر، فسق اور ظلم۔

جو حکمران مسلم مملکت میں ہر طرح سے شریعت کو نکال باہر کرے، وہ کافر ہے۔ لیکن یہ صورت حقیقت سے زیادہ خام خیالی ہے۔ جو بعض احکام پر عمل کرے اور صرف ان کے مقاصد کو مد نظر رکھتے ہوئے احکام نافذ کرے تو وہ فاسق یا ظالم ہے۔

(48) اسلام کی سب سے پہلے حکومت والی کڑی ٹوٹے گی:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اسلام کی کڑیاں ایک ایک کر کے ٹوٹتی چلی جائیں گی۔ جب ایک کڑی ٹوٹے گی تو لوگ اس کے ساتھ والی کڑی کو تھام لیں گے۔ سب سے پہلے حکومت والی کڑی ٹوٹے گی اور سب سے آخر میں نماز والی۔'' (197)

الأمم للجويني، ص: 100 اور شرح المواقف للشريف الجرجاني: 353/8 وغیرہ ملاحظہ کیجیے۔ یہ موقف بلاشبہ غلط ہے۔ اس کے باوجود بہت سے جاہل کہتے پھرتے ہیں کہ ابن تیمیہ شدت پسند تھے یا تکفیری تھے۔ اللہ کی پناہ! یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔

(197) مسند أحمد: 485/36، المعجم الكبير للطبراني: 98/8، صحيح ابن حبان: 111/15۔ راوی حدیث سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ ہیں۔

فضیلۃ الشیخ عبد العزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اس حدیث کا معنیٰ بالکل واضح ہے کہ جب کبھی اسلام کی اجنبیت بڑھے گی، اس کے مخالفین بھی بڑھتے چلے جائیں گے اور اس کی کڑیوں کو توڑتے چلے جائیں گے۔ مطلب یہ کہ اس کے فرائض واحکامات کو چھوڑتے چلے جائیں گے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور جگہ فرمایا ہے: ”اسلام کا آغاز اجنبیت کی حالت میں ہوا تھا، پھر یہ اجنبی بن جائے گا تو اجنبی لوگوں کو مبارک ہو۔“[198]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ”سب سے پہلی کڑی حکمرانی والی ٹوٹے گی“ کا معنیٰ بالکل واضح ہے کہ شریعت اسلامی کے مطابق فیصلہ نہیں کیے جائیں گے۔ آج اسلامی ممالک ہونے کا دعویٰ کرنے والے اکثر ممالک میں ایسا ہو رہا ہے۔

یہ بات تو سبھی جانتے ہیں کہ سب لوگوں پر ہر کام میں شریعت الٰہی کے مطابق فیصلہ کرنا واجب ہے۔ شریعت مطہرہ کے خلاف قوانین اور عرف کے مطابق فیصلہ کرنے سے بچنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ فرمان الٰہی ہے: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝٦٥﴾

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم!) تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے تنازعات میں آپ کو حَکَم (فیصلہ کرنے والا) تسلیم نہ کرلیں۔ پھر آپ جو فیصلہ کریں اس کے متعلق اپنے دلوں میں گھٹن بھی محسوس نہ کریں اور اس فیصلہ پر پوری طرح سر تسلیم خم کردیں۔ [النساء : 65]

مزید فرمایا: ﴿وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ۝٤٩﴾

---

(198) صحیح مسلم : 289

اور آپ ﷺ جب ان کا فیصلہ کریں تو اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق کیجئے۔ ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے۔ اور اس بات سے ہوشیار رہیئے کہ جو احکام اللہ نے آپ کی طرف نازل کئے ہیں ان سے یا ان کے کچھ حصہ سے یہ لوگ آپ کو منحرف نہ کردیں۔ اور اگر یہ ان باتوں سے اعراض کریں تو جان لیجئے کہ اللہ انہیں ان کے بعض جرائم کی سزا دینا چاہتا ہے۔ بلاشبہ ان میں سے اکثر لوگ نافرمان ہی ہیں۔ [المائدة : 49]

مزید فرمایا: ﴿اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ۭ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝۵۰﴾

کیا یہ لوگ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ حالانکہ یقین کرنے والوں کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں ہو سکتا۔ [المائدة : 50]

مزید فرمایا: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝۴۴﴾

اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔ [المائدة : 44]

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۴۵﴾

اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔ [المائدة : 45]

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۴۷﴾

اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو ایسے ہی لوگ نافرمان ہیں۔ [المائدة : 47]

(49) شریعتِ اسلامیہ کے مطابق فیصلہ کرنا واجب ہے:

علماء کرام نے یہ بات بالکل واضح کردی ہے کہ مذکورہ بالا آیات پر عمل کرتے ہوئے مسلمان حکام پر واجب ہے کہ مسلمانوں کے تمام معاملات اور اپنے تمام تنازعات میں شریعت اسلامیہ کے مطابق فیصلہ کریں۔

انہوں نے یہ بات بھی واضح کر دی ہے کہ اگر کوئی حاکم حلال سمجھ کر اللہ کے نازل کردہ احکام کے خلاف فیصلہ کرتا ہے تو وہ کفر اکبر کا مرتکب ہوتا ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

لیکن اگر حلال سمجھ کر نہ کرے، ایمان اس کا یہی ہو کہ یہ فیصلہ جائز نہیں ہے، اصلاً تو شریعت اسلامیہ کے مطابق فیصلہ کرنا ہی واجب ہے، لیکن رشوت یا کسی اور وجہ سے حکمِ الٰہی کے خلاف فیصلہ کرے تو کفر اصغر، ظلم اصغر اور فسق اصغر کا مرتکب قرار دیا جائے گا۔"(199)

پاکستان کا آئین ہمارے سامنے ہے جس میں بالادستی قرآن کو حاصل ہے اسی طرح وزیر اعظم کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔۔۔ یہ باتیں تو وطن عزیز کے مڈل کے طالبعلم کو پڑھائی جاتی ہیں۔

(50) حلال سمجھ کر شریعت کے خلاف فیصلہ کرنے والے حاکم کی تکفیر:

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور جگہ اس بارے میں مفصل تحریر لکھی ہے جس کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

"کسی کو شریعت کے خلاف فیصلہ کرتے دیکھ کر یہ جانے بغیر کہ وہ اسے حلال سمجھ کر کر رہا ہے یا نہیں، اس کی تکفیر کرنا کسی کے لیے بھی جائز نہیں۔ ظلم کی دو قسموں اکبر اور اصغر کی طرح کفر اور فسق کی بھی دو قسمیں ہیں۔ اکبر اور اصغر۔

جو شخص حلال سمجھ کر شریعت کے خلاف فیصلہ کرتا ہے یا زنا کرتا ہے یا سود لیتا اور دیتا ہے یا ان کے علاوہ دیگر مُتفق علیہ حرام کاموں کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ کفر اکبر، ظلم اکبر

(199) مجموع الفتاویٰ لابن باز: 205/9

اور فسق اکبر کا مرتکب ہوتا ہے۔ جو شخص یہی کام انہیں حلال سمجھے بغیر کرتا ہے، اس کا کفر، ظلم اور فسق اصغر ہے۔" (200)

(51) داعش کے غیر شرعی فیصلوں اور کفار کا ساتھ دینے کے حوالے سے ایک نکتہ:

یہاں ایک بات میں واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں، داعش کے خوارج جب بھی کسی کو قتل کرتے ہیں تو الفاظ سے کھیلتے نظر آتے ہیں۔ اس نے کفار کا ساتھ دیا اس نے جاسوسی کی وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ کفار کا ساتھ دینے کے سب سے زیادہ مرتکب یہ ہوئے ہیں۔ افغانستان، شام، فلسطین اور دیگر علاقوں میں جو لوگ کفار سے لڑ رہے تھے، ان سے داعش کا قتال کرنا کس کے مفاد کیلئے ہے؟ اور اب تو انکے کفار سے تعلقات اور ان سے خفیہ فنڈ لینا اور مسلمانوں کیخلاف استعمال کرنا دن بدن واضح ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اسطرح تو اس اعتراض کے یہ زیادہ حقدار ہیں!

اسی طرح مسلمان حکومتوں کی تکفیر کی وجہ داعش نے یہ بتائی کہ یہ حکومتیں شریعت سے ہٹ کر فیصلہ کرنے کی وجہ سے کافر ہیں۔ اصل تو یہ ہے کہ یہ داعش خود کتنا شریعت پہ عمل پیرا ہے؟ یہ وحشیانہ طریقہ قتل اور مسلمانوں سے قتال کونسے شرعی فیصلے ہیں؟ انکے غیر شرعی فیصلوں پر تو پوری کتاب مرتب کی جا سکتی ہے۔ لہٰذا اس اعتراض کے بھی باقیوں کی نسبت یہ زیادہ حقدار ٹھہرتے ہیں!

(52) حکام کے خلاف بغاوت کے خطرناک نتائج اور مفاسد:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: الصبر على ظلم الأئمة وجورهم من أصول أهل السنة والجماعة وكما أمر به النبي ﷺ

(200) التحذير من فتنة الغلو في التكفير للألبانی کی تقریظ، ص: 104 – 103

"حکمرانوں کے ظلم وستم کو برداشت کرنا اہل سنت والجماعت کا وطیرہ رہا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی مشہور احادیث میں فرمایا تھا کہ "إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً فاصْبِرُوا حَتَّى تلقَوْنِي علَى الْحَوْضِ"

"میرے بعد تمہیں ایسے حالات سے واسطہ پڑے گا کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی۔ تو اس وقت صبر کرنا حتیٰ کہ میرے پاس حوض کوثر پر آجاؤ۔" (201)

اسی طرح فرمایا: "مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئاً يَكْرَهُهُ فلْيَصْبِرْ عَلَيْهِ"

"جو اپنے حاکم میں ناپسندیدہ حرکت دیکھے تو اس پر صبر کرے۔" (202)

اسی مفہوم کی اور بھی احادیث ہیں۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: "أَدُّوا إِلَيْهِمْ حَقَّهُمُ الَّذِي جَعَلَهُ لَهُمْ ، وَاسْأَلُوا اللَّهَ حَقَّكُمْ "

"ان کے جو حقوق تمہارے ذمہ ہیں، وہ انہیں ادا کر دو اور اپنے حقوق کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرو۔" (203)

اسی طرح آپ ﷺ نے ان سے اس وقت تک قتال کرنے سے روکا جب تک وہ تمہارے اندر اقامتِ صلاۃ کا نظام قائم رکھیں۔ (204) کیونکہ ان کے ذریعہ ہی دین کا مقصود اصلی یعنی توحید الہٰی اور عبادت الہٰی کا قیام ممکن ہے اور انہی کے ساتھ نیکیاں کی جاسکتی ہیں اور بہت سے برائیوں سے بچا جاسکتا ہے۔

البتہ جو وہ کسی جائز یا ناجائز تاویل کی بناء پر ظلم وستم کرتے ہیں تو اس کی وجہ سے انہیں حکمرانی سے ہٹایا نہیں جاسکتا، کیونکہ ظلم وستم کرنا اکثر لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ ان کے خلاف خروج سے ان کے ظلم سے بڑا ظلم اور فساد مچے گا۔ (205)

---

(201) صحيح البخاري: 4330، صحيح مسلم : 2410

(202) صحيح البخاري: 7054، صحيح مسلم : 4818

(203) صحيح البخاري: 7052، صحيح مسلم : 4803

(204) صحيح مسلم : 1854

(205) عرب بہار اور اس سے پیدا شدہ حالات شیخ الاسلام کی اس بات کے صحیح ہونے کی واضح دلیل ہے۔ ہم نے تو اسی وقت اس بہار سے خبردار کر دیا تھا جب یہ سامنے آئی تھی۔

لہٰذا اس پر ایسے ہی صبر کرنا لازم ہے جیسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے وقت حکم دینے والے اور روکنے والے کے ظلم پر صبر کیا جاتا ہے۔" انتہی[206]

(53) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مذہب: «كفر دون كفر»

گزشتہ مباحث کا خلاصہ یہ ہے کہ وہی مسلک اختیار کیا جائے جو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا تھا اور صحابہ میں سے کوئی ان کا مخالف بھی نہیں کہ "جو شخص شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا، وہ فاسق اور ظالم تو ہے لیکن کافر نہیں ہے۔ اس کے خلاف بغاوت درست نہیں۔

ان کے اپنے الفاظ میں یہ «كفر دون كفر» ہے یعنی چھوٹا کفر ہے۔ فرماتے ہیں: "یہ وہ کفر نہیں ہے جو لوگ سمجھ بیٹھے ہیں اور نہ ہی یہ کفر دائرہ اسلام سے خارج کرنے والا ہے۔"[207]

(54) اپنے زمانہ کے حکمرانوں کے فتنوں سے بچاؤ کا صحیح طریقہ:

فائدہ کی تکمیل کی خاطر میں یہاں فضیلۃ الشیخ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے اپنی کتاب «العقيدة الطحاوية، شرح وتعليق» ص: 47 پر لکھا ہے۔ پہلے انہوں نے امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے، جو یہ ہے: "ہم اپنے حکمرانوں کے خلاف بغاوت کو جائز نہیں سمجھتے، اگرچہ وہ ظالم ہوں۔ نہ ہم ان کے خلاف بد دعائیں کرتے ہیں اور نہ ان کی اطاعت سے ہاتھ کھینچتے ہیں۔"

---

(206) مجموع الفتاویٰ لابن تيمية: 179/28

(207) المستدرك للحاكم: 342/2، السنن الكبرىٰ للبيهقي: 38/8 وغیرہ۔ صحیح بخاری: 1/ 15 میں امام بخاری ایک عنوان یہی دیا ہے: «كفر دون كفر» والا۔ اس بارے میں ایک رسالہ چھپا تھا۔ جس کا نام تھا: «القول المأمون في تخريج ما وَرَدَ عن ابن عباس في تفسير قول الله تعالىٰ: ﴿ومن لم يحكم بما أنزل اله فأؤلئك هم الكافرون﴾»

پھر انہوں نے امام ابن ابی العِز حنفی کا قول نقل کیا ہے جو «شرح العقیدۃ الطحاویۃ» 543/2 میں ہے کہ: ''جہاں تک ان کے ظلم کے باوجود ان کی اطاعت لازم ہونے کا معاملہ ہے تو اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ ان کے خلاف بغاوت سے جو مفاسد سامنے آئیں گے وہ ان کے موجودہ مظالم سے کہیں زیادہ ہوں گے۔ بلکہ ان کی برائیوں پر صبر گناہوں کے خاتمہ کا سبب بن جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کو ہم پر ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہی مسلط کرتے ہیں۔ اور بدلہ ویسا ہی ہوتا ہے جیسا عمل ہوتا ہے۔

لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ استغفار کریں، تربیت حاصل کریں اور اپنے اعمال کی اصلاح کرتے رہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾

اس طرح ہم ظالموں کو ایک دوسرے کا ساتھی بنا دیں گے کیونکہ وہ (مل کر ہی) ایسے کام کیا کرتے تھے۔ [الأنعام: 129]

اگر رعایا ظالم حکمران کے ظلم سے بچنا چاہتی ہے تو اسے چاہیے کہ خود ظلم کرنا چھوڑ دیں۔''

پھر فضیلۃ الشیخ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''مذکورہ بالا کلام میں ان حکام کے ظلم سے بچنے کا طریقہ بتایا گیا ہے جو ''ہم جیسے ہی ہوتے ہیں اور ہماری زبان ہی بولتے ہیں۔'' [208] وہ طریقہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے رب کی طرف پلٹ آئیں، اپنے عقائد کو صحیح کریں اور اپنی اور اپنے اہل خانہ کی صحیح اسلام کے مطابق تربیت کریں کیونکہ رب تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ﴾

اللہ تعالیٰ کسی قوم کی (اچھی) حالت کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے اوصاف خود نہ بدل دے۔ [الرعد: 11]

(208) یہ حدیث کے الفاظ ہیں جو صحیح بخاری: 3606 اور صحیح مسلم: 1847 میں موجود ہیں۔

اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ جملہ کہا کرتے تھے: أقيموا دولة الإسلام في قلوبكم، تقم لكم في أرضكم [209]

"اپنے دلوں میں اسلامی ریاست قائم کرلو، زمین پر خود بخود قائم ہو جائے گی۔"

اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ دعوت تھی کہ: نجات کا راستہ وہ نہیں ہے جو بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ حکمرانوں کے خلاف مسلح جنگی انقلاب برپا کیا جائے۔ کیونکہ یہ عصر حاضر کی بدعت ہونے کے ساتھ ساتھ ان شرعی نصوص کے خلاف ہے جن میں ذاتی اصلاح کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

اسی طرح قواعد کی اصلاح بھی ضروری ہے تاکہ ان پر بنیاد رکھی جاسکے۔ فرمان الٰہی ہے:﴿وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝۴۰﴾

اور اللہ ایسے لوگوں کی ضرور مدد کرتا ہے جو اس (کے دین) کی مدد کرتے ہیں۔

اللہ یقیناً بڑا طاقتور اور سب پر غالب ہے۔[الحج: 40]

مذکورہ بالا تقریر کا درج ذیل اہم مسائل سے قریبی تعلق ہے۔

(55) داعش کی خلافت اور ہجرت کے احکام کے متعلق چند باتیں

① خوارج ہمیشہ سے ہی بغیر مشاورت کے خلافت کا اعلان کرتے آئے ہیں:

داعش کی خلافت کا اعلان کوئی ہمارے لئے اتنی نئی بات بھی نہیں۔ یہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور سے ان خوارج کا وطیرہ رہا ہے کہ جہاں کوئی گروہ کی صورت میں یہ مضبوط ہوئے تو انہوں نے خلافت کا اعلان کر دیا۔ جیسا کہ عبد اللہ بن وھب خارجی کے بارے آتا

(209) التصفية والتربية وحاجة المسلمين اليهما للشيخ العلامة ناصر لالبانى ، ص: 33

ہے:أن الخوارج اجتمعوا في منزل زيد بن حصن الطائي ثم بايعوا عبد الله بن وهب الراسبي [210]

خوارج زید بن حسن الطائی کے گھر جمع ہوئے اور عبد اللہ بن وھب راسبی کی بیعت کرلی۔

اس کے علاوہ بھی تاریخ میں شواہد ملتے ہیں کہ جہاں بھی یہ خوارج دس بیس ہزار کی تعداد میں جمع ہوئے تو وہاں انہوں نے اپنی علیحدہ خلافت کا اعلان کر دیا۔ (دیکھیے: حاشیہ نمبر 218)

② خلافت کے بارے میں شرعی حکم، خلافت کیسے قائم ہوگی؟

صحیح اور شرعی خلافت اسلامیہ قائم کرنا بالاتفاق امت پر مجموعی طور پر فرض ہے۔ امت 1924ء میں خلافت عثمانیہ کے ختم ہونے کے بعد سے خلافت کا نظام کھو بیٹھی ہے۔ لیکن معتبر شرعی خلافت اپنے مکمل معنوں سمیت سب مسلمانوں سے مطلوب ہے، نہ کہ چھوٹے چھوٹے گروہوں سے جو زمین کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے کو حاصل کیے بیٹھے ہیں۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: ”جو شخص مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر کسی کی بیعت کرلیتا ہے تو نہ اس کی بات مانی جائے اور نہ جس کی اس نے بیعت کی ہے۔ بلکہ دونوں کو قتل کر دیا جائے گا۔“ [211]

انہی کا ایک اور قول ہے: ”جو شخص مسلمانوں کے مشورے کے بغیر اپنی یا کسی دوسرے کی حکمرانی کی طرف دعوت دیتا ہے تو تمہارے لیے اسے قتل کرنا جائز ہے۔“ [212]

---

(210) الکامل فی التاریخ 82/2
(211) صحيح البخاري: 6830
(212) مصنف عبد الرزاق: 9795، السنة للخَلّال: 106

قاضی ابو یعلیٰ لکھتے ہیں: "خلافت تبھی قائم ہوگی جب جمہور اہل رائے حضرات متفق ہوں گے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "امام وہ ہوتا ہے جس کے بارے میں ہر ذی رائے یہی کہہ رہا ہو کہ یہ امام ہے۔" (213)

داعش کے پیروکار بھلا ان باتوں کو کب ماننے لگے!

③ جب دو شخص خلافت کا دعوی کریں تو بعد والے کو قتل کردو:

اب تمہارے گروہ میں ایسے لوگ گھس آئے ہیں جو پہلے ملا عمر کو اپنا امیر المومنین اور خلیفہ کہتے تھے۔ کیا یہ ایک خلیفہ کے بعد دوسرے خلیفہ کی بیعت کرنے چلے ہیں جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: « إِذَا بُويِعَ لِخَلِيفَتَيْنِ فَاقْتُلُوا الآخِرَ مِنْهُمَا ».

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو خلفاء کی بیعت کی جائے تو ان میں سے دوسرے کو قتل کردو۔ (214)

حالانکہ ان کا ملا عمر کو بھی خلیفہ ماننا غلط تھا۔ کیونکہ خلیفہ تو تمام مسلمانوں کا متفقہ حاکم ہوتا ہے۔ وہ خلیفہ نہیں تھے بلکہ صرف افغانستان کی حد تک اپنی امارت اسلامیہ کے امیر تھے۔ ان لوگوں کی کل کی غلطی نے آج انکو کس گڑھے میں لا گرایا!

④ عمومی خلافت کا اعلان اتفاق سے ہی ہو سکتا ہے:

بغیر اتفاق کے خلافت کے قیام کا اعلان فتنہ ہے کیونکہ یہ عام مسلمانوں کو، جو اس کا اقرار نہیں کرتے، اس خلافت کے احکام سے خارج کر دیتا ہے۔

---

(213) الأحكام السلطانية، ص: 22

(214) صحيح مسلم: كتاب الاماره ، جلد 3

اس طرح بہت سی خلافتوں کا اعلان ہو جائے گا جیسا کہ آج داعش، بوکو حرام اور اس طرح کی دیگر تنظیموں کی طرف سے سامنے آرہا ہے۔ اور فتنے بڑھتے جارہے ہیں۔ جس کا جی چاہے گا اٹھ کر خلافت کا اعلان کر دے گا۔

امام ابو بکر خلال بیان کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث نبوی: ”جو شخص اس حال میں مر گیا کہ اس کا کوئی امام نہ تھا تو وہ جاہلیت کی موت مرا“ کے بارے میں پوچھا گیا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ”جانتے ہو امام کون ہوتا ہے؟ امام وہ ہوتا ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہو اور سبھی یہ کہہ رہے ہوں کہ یہی امام ہے۔ یہی اس حدیث کا مطلب ہے۔“ (215)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”صحیح بات یہ ہے کہ علماء ورؤساء جیسے اہل حل وعقد کی بیعت معتبر ہے اور اس کے علاوہ جتنے لوگ بھی آسانی سے آسکتے ہوں، ان کی بیعت ضروری ہے۔“ (216)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”خلافت کے لیے اس حیثیت میں کہ ان کے ذریعہ امامت کے مقاصد قائم ہو سکیں، اہل شوکت اور جمہور کا اتفاق شرط ہے کہ ان کے ذریعہ حکومت چلتی ہے۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ”جماعت کے ساتھ جڑے رہنا کیونکہ اللہ کی مدد جماعت کے ساتھ ہوتی ہے۔“ دوسری حدیث میں فرمایا: ”اکیلے آدمی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور دو سے دور ہوتا ہے۔“ (217)

جبکہ اس تنظیم کے عراق میں حکومت قائم کرنے اور پھر شام تک اسے پھیلانے اور پھر خلافت کا اعلان کرنے میں سوائے چند تھوڑے لوگوں کے سوا کسی نے موافقت نہیں کی۔ ان کی مزعومہ حکومت میں مشاورت کے ادنیٰ عناصر یا حقیقی حکومت کے عناصر نہیں پائے جاتے۔ بلکہ یہ تو فتنہ ہیں!

---

(215) السنة لأبي بكر الخلال : 80/1
(216) روضة الطالبين : 43/10
(217) منهاج السنة النبوية : 336/8

اے داعش کے خوارج! اس بڑے فتنہ کا آغاز اس وقت ہوا تھا جب عراقی شہر موصل کے اہل السنہ ائمہ مساجد نے تمہاری بیعت نہیں کی تو جس کو چاہا، تم نے جلاوطن کر دیا اور جس کو چاہا، قتل کر دیا۔

تم نے اپنے خطبہ میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خطبہ کا اقتباس پیش کیا کہ ”مجھے تمہارا حکمران بنا دیا گیا ہے حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔“

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تمہیں امت کا حکمران کس نے بنایا ہے؟

کیا تمہاری جماعت نے؟ یا تم نے بذات خود اپنے آپ کو خلیفہ چن لیا ہے؟

اس طرح تو پھر ایک اور تنظیم اٹھے گی جس کے ممبران دس لاکھ سے بھی کم ہوں گے اور وہ خود کو کروڑوں مسلمانوں کا حکمران کہے گی۔

یہ تو بہت ہی برا طریقہ کار ہے کہ ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی کہنے والا کہے: ”بس ہم ہی مسلمان ہیں۔ ہم جسے مقرر کریں، وہی خلیفہ ہے اور فلاں شخص کو ہم نے خلیفہ بنا لیا ہے۔ جو ہمارے خلیفہ کو نہیں مانتا، وہ غیر مسلم ہے!“

کیا یہی چاہتے ہو؟

اگر یہی صورت حال ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آج سے خلیفہ کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ وہ شخص جو کسی چھوٹی سی جماعت کا امیر ہو، جو باقی مسلمانوں کے مقابلہ میں صرف ایک فیصد ہو اور پھر اپنے اس خلیفہ کو نہ ماننے کی وجہ سے سب مسلمانوں کی تکفیر کر دے؟

ایک اور زوایہ سے بھی سوچیے: اگر تم اعتراف کرتے ہو کہ باقی کروڑوں لوگ بھی مسلمان ہیں تو پھر تم ان سے اپنی مزعومہ خلافت کے بارے میں مشورہ کیوں نہیں کرتے؟

⑤ مزعومہ خلافت کے بارے میں داعش کا متضاد رویہ:

تمہارے سامنے دو راستے ہیں:

- یا تو تم اس بات کا اعتراف کرو کہ دیگر لوگ بھی مسلمان ہیں اور انہوں نے تمہیں اپنا خلیفہ نہیں بنایا، لہٰذا تم خلیفہ نہیں ہو۔
- یا تم یہ کہو کہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ اگر یہ کہتے ہو تو پھر بتاؤ اپنے لیے خلیفہ کا لفظ کیسے اور کیوں استعمال کرتے ہو؟

کیونکہ اس صورتحال میں تو امت مسلمہ بہت چھوٹی ہو جائے گی اور اسے خلیفہ کی ضرورت ہی نہیں ہوگی۔

لہٰذا عمومی اور معتبر خلافتِ اسلامیہ کے لیے لازمی ہے کہ وہ تمام اسلامی ممالک، ان کی تمام تنظیموں اور سارے مسلمان علماء کے اجماع سے قائم ہو۔

نہ کہ قوت و دہشت گردی کے ذریعہ اور اسلام کا نام بدنام کر کے قائم ہو۔

⑥ عدنانی کے اپنی خلافت کے متعلق ایک بیان پر تبصرہ:

عدنانی اپنے خطاب: «هذا وعد الله» میں کہتا ہے: ”داعش کی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا اور اس معاملہ پر غور و فکر ہوا۔ جب یہ دیکھا گیا کہ داعش میں خلافت کی ساری خصوصیات پائی جاتی ہیں، جس خلافت کو کھڑا نہ کر کے مسلمان گناہ گار ہو رہے ہیں اور داعش کے سامنے کوئی رکاوٹ اور شرعی عذر نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں سے اس گناہ کو ختم کرنے یا خلافت کو قائم کرنے سے پیچھے ہٹے تو داعش نے بڑی شخصیات، رہنماؤں، امراء اور مجلس شوریٰ پر مشتمل اہل حل و عقد کے فیصلہ پر عمل کرتے ہوئے یہ قرارداد منظور کی کہ خلافتِ اسلامیہ کے قیام کا اعلان کر دیا جائے اور مسلمانوں کا ایک خلیفہ مقرر کر دیا جائے۔“

سب جانتے ہیں کہ یہ مجلس شوریٰ صرف بارہ افراد پر مشتمل ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کے مشورہ اور اہل حل و عقد کی مشاورت کے بغیر ہونے والی بیعت باطل اور بدعت ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”جو شخص کسی سے بن سوچے سمجھے، بغیر صلاح و مشورہ

کیے بیعت کرلے تو دوسرے لوگ بیعت کرنے والے کی پیروی نہ کریں، نہ اس کی جس سے بیعت کی گئی ہے کیونکہ وہ دونوں اپنی جان گنوائیں گے۔" (218)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: "اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے ایسا کیا اس نے اپنے آپ کو اور اپنے ساتھی کو دھوکا دیا اور دونوں کو قتل کے لیے پیش کر دیا۔" (219)

عوام الناس کو چاہیے کہ وہ ان خوارج کے خالی خولی نعروں اور ہر قسم کی فائدہ مند بات سے خالی، اونچے اونچے دعووں سے دھوکے کا شکار نہ ہوں۔ اصل خلافت کا قیام ان لوگوں کے ذریعہ سے ہوگا جو نبوی منہج پر چلیں گے۔ خوارج کے منہج پر چلنے والا شخص کبھی ایسا نہیں کر سکتا۔ تاریخ اسلام میں اس طرح کے منحرف لوگوں کی طرف سے ہمیں اعلانِ خلافت کئی مواقع پر ملتا ہے لہٰذا اس میں کوئی عجیب بات نہیں ہے۔(220)

---

(218) صحيح البخاري: 6830

(219) فتح الباري: 150/12

(220) تاریخ میں بہت سے بدعتیوں کی طرف سے اپنی مخصوص خلافت کا اعلان ملتا ہے۔ مثلاً:

① عبد الملک اموی کے دورِ حکومت میں شبیب خارجی نے اپنی خلافت کا دعویٰ کیا، لیکن اسے عملی جامہ نہ پہنا سکا۔

② 140ھ میں خوارج کے اباضی فرقہ کے سربراہ عبد الاعلیٰ بن سمح المعافری کی خلافت کا دعویٰ کیا گیا اور چار سال تک یہ دعویٰ چلتا رہا۔ پھر 144ھ میں عباسی خلیفہ منصور نے اسے قتل کر دیا۔

③ مراکش کے شہر طنجہ میں خوارج کے امیر کی خلافت کا دعویٰ کیا گیا اور خوارج نے اسے امیر المؤمنین کہنا شروع کر دیا۔ پھر خالد بن حبیب فہری نے اسے قتل کر دیا۔

④ زبید کے حاکم معز اسماعیل بن طغتکین نے دعویٰ کیا کہ اس کا تعلق قریش کی شاخ بنو امیہ سے ہے، حالانکہ وہ اصلاً کردی تھا۔ اہل سنت کا منہج چھوڑ کر شیعہ ہو چکا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو خلافت کا حق دار ٹھہرایا اور ہادی کا لقب اختیار کر لیا۔ پھر 597ھ میں فوت ہو گیا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: «إعلان الخلافة الإسلامية رؤية شرعية واقعية» از علوی بن عبد القادر سقاف، http://dorar.net/article/1760

⑦ مختلف ممالک کی طرف اپنی نسبت کرنا:

تم نے اپنے ایک خطبہ میں کہا ہے: ”شام صرف شامیوں اور عراق صرف عراقیوں کا نہیں ہے۔“

اسی خطبہ میں تم نے پوری دنیا کے مسلمانوں کو دعوت دی ہے کہ داعش کے زیر کنٹرول شام اور عراق کے علاقوں کی طرف ہجرت کر آئیں۔ اس میں جو کچھ واضح تضاد ہے، وہ ہر اس شخص پر واضح ہے جو حقائق کا علم رکھتا ہے اور سمجھدار ہے۔

⑧ خلاصہ کلام:

کسی بھی ملک کی محبت اور اس کی طرف نسبت اسلام کے بالکل خلاف نہیں ہے۔ بلکہ بعض اوقات فی سبیل اللہ کسی وطن سے محبت ایمان کی نشانی ہوتا ہے۔

اگر عمومی طور پر دیکھا جائے تو پھر بھی وطن کی محبت ایک طبعی اور فطری چیز ہے جو ہر انسان میں پائی جاتی ہے۔ وطن سے محبت اور اس کی طرف نسبت کے حوالہ سے قرآن و حدیث میں بہت سے شواہد موجود ہیں۔

قرآنی دلیل:

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ط﴾

اور اگر ہم ان پر واجب کر دیتے کہ وہ اپنے آپ کو قتل کریں یا اپنے گھروں سے نکل جائیں تو ماسوائے چند آدمیوں کے ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ کرتا۔ [النساء: 66]

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے جلاوطنی کو قتل کے برابر قرار دیا ہے۔“ (221)

(221) مفاتيح الغيب المعروف التفسير الكبير: 515/15

حدیثی دلیل:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے واپس آرہے ہوتے اور مدینہ کے قریب پہنچ کر اس کی دیواریں نظر آنے لگتیں تو مدینہ کی محبت کی وجہ سے اپنی سواری کو تیز کر دیتے۔[222]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "اس حدیث سے مدینہ کی فضیلت ہوتی ہے اور یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اپنے وطن سے محبت کی جاسکتی ہے۔" [223]

⑨ شرعی ہجرت اور اس کے احکام:

داعش نے جو ساری دنیا کے مسلمانوں کو دعوت دی ہے کہ وہ اپنے زیر کنٹرول عراقی اور شامی علاقوں کی طرف ہجرت کر آئیں[224] تو اس میں بہت سی خرابیاں موجود ہیں۔ اسلام میں حرام کردہ گروہی تعصب اس طرح جھلکتا ہے اور اسلام کا نام بدنام ہوتا ہے۔

⑩ گروہی تعصب اور اس کے مفاسد:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جو شخص کسی گروہ کے بارے میں یہ ٹھان لیتا ہے کہ جس سے وہ دوستی کرے گا، اسے میں دوست رکھوں گا اور جس سے وہ دشمنی کرے گا، اسے دشمن سمجھوں گا۔ تو ایسا شخص شیطان کے راستہ میں لڑنے والے تاتاریوں جیسا ہے۔

اسی جیسا شخص نہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے، نہ مسلمان فوجی ہے اور نہ ہی اس کا مسلمان فوج کا حصہ ہونا جائز ہے، بلکہ یہ تو شیطانی لشکر کا حصہ ہے۔"

---

(222) صحيح البخاري: 1886
(223) فتح الباري: 621/3
(224) الأحكام السلطانية، ص: 22

چہ جائیکہ جاہلوں کے نزدیک، اور ان میں سے اکثریت جاہل ہی ہے، اس چیز کو اپنایا جائے کہ مسلمانوں میں سے جو بھی ہجرت کر کے ان کے پاس نہ جائے، اس کی تکفیر کی جائے۔

اسی سلسلہ میں ایک لطیفہ بھی سنتے جائیے۔ ابو العباس اَصَمّ کہتے ہیں: ایک مرتبہ دو خارجی بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ ایک دوسرے کو کہنے لگا: "یہ جو اتنی مخلوق یہاں پھر رہی ہے، ان میں سے میرے اور تمہارے علاوہ کوئی بھی جنت میں نہیں جائے گا۔" دوسرا کہنے لگا: "جنت تو زمین و آسمان سے بھی بڑی ہے، کیا صرف ہم دونوں کے لیے بنی ہے؟" پہلا کہنے لگا: "ہاں۔" دوسرے نے کہا: "پھر تم ہی اسے سنبھالو۔" یہ کہہ کر اس نے خارجیت سے توبہ کر لی۔[225]

⑪ ہجرت، دار الاسلام اور دار الکفر:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہجرت اور اس کے قواعد و ضوابط خوب واضح کیے ہیں۔ فرماتے ہیں: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے، لیکن جہاد اور نیت باقی ہے۔ جب تم سے جہاد میں نکلنے کو کہا جائے تو نکل پڑا کرو۔" [226] دوسری حدیث میں فرمایا: "جب تک دشمنوں سے جہاد باقی رہے گا، ہجرت بھی باقی رہے گی۔"[227]

دونوں احادیث ہی صحیح اور برحق ہیں۔ وضاحت یہ ہے کہ پہلی حدیث میں وہ ہجرت مراد ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ہو رہی تھی یعنی مکہ اور دیگر عرب علاقوں سے مدینہ کی طرف ہجرت۔ تو یہ ہجرت تب تک درست تھی جب تک مکہ دار الکفر اور دار الحرب تھا اور مدینہ دار الاسلام تھا۔ لہٰذا صاحبِ استطاعت پر دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کرنا لازم تھا۔

---

(225) شرح أصول اعتقاد أهل السنة للالكائي: 2317

(226) صحيح البخاري: 2783، صحيح مسلم: 4864

(227) مسند أحمد: 22755، السنن الكبرىٰ للنسائي: 7926، سنن النسائي: 7748، صحيح ابن حبان: 4866

جب مکہ فتح ہو گیا اور سارا عرب مشرف بہ اسلام ہو گیا تو سارا عرب دار الاسلام بن گیا۔ تب آپ ﷺ نے فرمادیا: ”فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔“

کسی بھی خطہ کا دار الکفر، دار الایمان یا دار الفاسقین ہونا ہمیشہ کے لیے نہیں ہوتا بلکہ اس کے باشندوں کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے۔[228]

چنانچہ ہر وہ علاقہ جس کے باشندے مؤمن اور متقی ہوں، وہ اس وقت اولیاء اللہ کا علاقہ کہلائے گا۔ اور جس سرزمین کے باشندے کافر ہوں گے، وہ اس وقت دار الکفر کہلائے گا۔ اسی طرح جس سرزمین کے باشندے فاسق ہوں گے، اس وقت اسے دار الفاسقین کہیں گے۔ گویا جس سرزمین میں جس طرح کے لوگ رہتے ہیں، وہ انہی سے منسوب ہو کر دار الکفر، دار الایمان، دار الفاسقین وغیرہ کہلائے گا۔

اسی طرح اگر مسجد کو شراب خانہ بنا دیا جائے یا وہاں فاسق و ظالم رہنے لگیں، یا اسے شرک کے اڈے گرجا گھر میں بدل دیا جائے تو اپنے باشندوں کے حساب سے اس کا نام بھی بدل جائے گا۔

اسی طرح اگر شراب خانہ یا دار الفاسقین وغیرہ کو مسجد بنا دیا جائے جس میں رب تعالیٰ کی عبادت شروع ہو جائے تو اسے پھر عبادت خانہ ہی کہا جائے گا۔

اسی طرح اگر ایک نیک آدمی فاسق و فاجر بن جائے اور کافر مؤمن بن جائے، یا مؤمن کافر ہو جائے وغیرہ تو ہر ایک جس حال میں چلا جائے گا، اس پر وہی حکم لگے گا۔“ [229]

⑫ ہجرت بہت مشکل کام ہے:

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے نبی کریم ﷺ سے ہجرت کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”چھوڑو۔ ہجرت بہت مشکل ہے،

---

(228) یہ بہت ہی باریک فقہی نکتہ ہے جس میں فقہاء غلطی کھاتے رہے ہیں کہ دار الکفر اور دار الاسلام کی تعریف کیا کی جائے؟ بعض معاصرین ابھی تک اسے سمجھ نہیں پا رہے۔ لہٰذا آپ خوب یاد رکھیں۔

(229) مجموع الفتاویٰ لابن تیمیة: 281/18

تمہارے بس کا روگ کا نہیں ہے۔ یہ بتاؤ تمہارے پاس اونٹ ہیں جن کی زکاۃ ادا کرتے ہو؟" کہنے لگا: "جی ہاں!" فرمایا: "دریاؤں کے اس پار یہی عمل کرتے رہو، اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں سے کسی چیز کو ضائع نہیں کرے گا۔" (230)

امام کِرمانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: "مطلب یہ ہے کہ ہجرت کا حق ادا کرنا نہایت مشکل ہے۔ ہر کوئی اس کی استطاعت نہیں رکھتا۔ لہٰذا جہاں بھی رہو، نیک عمل کرتے رہو۔ اگرچہ کہیں دور دراز کے علاقہ میں بھی رہتے ہو تو اللہ تعالیٰ نیت کی وجہ سے جزا دے گا۔ جب تم اللہ تعالیٰ کے حقوق صحیح معنوں میں ادا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اس احسان کو ضائع نہیں کرے گا۔" (231)

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "مطلب یہ ہے کہ اگرچہ تم سات سمندر پار بھی رہو لیکن نیت کی بدولت ہجرت کا ثواب مل جائے گا۔" (232)

⑬ مسلم نوجوانوں کو خراب نہ کرو:

ہجرت کو جذباتی مسلم نوجوانوں کے لیے فتنہ نہ بناؤ، اگرچہ اصل کے اعتبار سے ہجرت شریعت کا ہی حکم ہے۔ جس طرح کی ہجرت کا تم کہہ رہے ہو اور جس قسم کے نوجوانوں کو کہا جا رہا ہے، یہ کوئی ہدایت والا راستہ اور استقامت والا طریقہ نہیں ہے۔

ہجرت کی کچھ ذمہ داریاں، فرائض اور نشانیاں ہیں۔

مسلمانو! علم سے کام لو۔ جہالت کا مظاہرہ نہ کرو۔

(230) صحيح البخاري: 1452، صحيح مسلم: 1865
(231) الكواكب الدراري بشرح صحيح البخاري: 214/7
(232) معالِم السنن: 233/2

باب چہارم:

داعش کے متعلق مختلف فتاوی جات

(1) علماء اہل السنہ کے فتاویٰ جات:

① مفتی اعظم سعودیہ الشیخ عبدالعزیز آل الشیخ کا فتوی :

"الحمد لله حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه واشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد عبده ورسوله صلى الله عليه واله وصحبه سلم تسليما كثيرا اما بعد !

فيأيها الناس اتقوا الله حق التقوى ، عباد الله ، عباد الله

اے لوگوں اللہ سے ڈر جاؤ جیسے کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اللہ کے بندو! اللہ کے بندو! ان بڑے بڑے جرائم کی بری بری تصاویر ہم دیکھتے ہیں، سنتے ہیں اور مشاہدہ کرتے ہیں جن کو خبیث اور اسلام کے دشمن سرانجام دے رہے ہیں لوگ ذرائع ابلاغ سے ان کے خبیث کاموں کو دیکھتے ہیں جو یہ اسلامی ممالک میں کرتے ہیں پھر اسے اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں آپس میں ہی ایک دوسرے کو تباہ کرتے ہیں، یہ گروہ جنہوں نے اپنی تخریبی کاروائیوں کے ذریعے فساد پھیلا رکھا ہے، ظلم وزیادتی کرتے ہوئے مسلمانوں کا خون بہاتے ہیں پھر اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے ہیں ایسے بڑے ظلم وزیادتی اور جرائم کرتے ہیں کہ جسم کے بال کھڑے ہوئے جاتے ہیں دل ہل جاتے ہیں، رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، یہ جرائم ایسے عظیم آزمائش اور فتنہ ہیں اسلامی شریعت ان سے بری ہے، اللہ اور اس کا رسول ان لوگوں سے بری ہے ہر مسلمان انہیں گمراہ سمجھتا ہے جو مسلمانوں کا بلادریغ خون بہاتا ہے۔

اے مسلمان ! انہوں نے روزے دار نمازیوں کو شہید کیا، ان کے زید رضی اللہ عنہ کی مثال ہے جب انہوں نے اس شخص کلمہ بھی پڑھ لیا لیکن زید رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا یہ گمان کرتے ہوئے کہ اس نے تلوار کے ڈر کی وجہ سے کلمہ پڑھا ہے یعنی دل سے نہیں پڑھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کہا کہ تم نے اسے کلمہ پڑھنے کے بعد بھی قتل کر دیا؟؟؟ کیا کروگے جب وہ قیامت کے دن لا الہ الا اللہ کو لے کر آئے گا؟؟؟ کیا تم نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھا تھا؟؟؟

یہ سب کی سب مسلمانوں کو قتل کرنے کی دھمکیاں ہیں۔ یہ اسے اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں دوسری طرف یہ قتل ایک منظم تخریب کاری ہے، اور مکاری والی دشمنی ہے، ظلم اور گمراہی ہے مالوں اور جانوں کا ضیاع ہے ممالک کو تباہ برباد کرنا ہے یہ سب کے سب شدید قسم کی گمراہی میں ہیں۔

اے مسلمان ! اس سے بھی بڑی بات یہ کہ وہ لوگ اپنے جرائم کو چھپاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم اسلام کا نفاذ کر رہے ہیں اور اسلامی شرعی جہاد کر رہے ہیں، سبحان اللہ یہ باطل کو کیسے چھپاتے ہیں، یہ کیسے جہاد ہو سکتا ہے یہ لوگ کیسے حق پر ہو سکتے ہیں یہ بالکل بھی مجاہد نہیں ہو سکتے بلکہ یہ تو اسلام کے دشمن ہیں ظالم ہیں گمراہ ہیں۔ یہ تمہارے بھی دشمن ہیں اور اسلام کے بھی دشمن ہیں، یہ سارے خبیث گمراہ لوگ ہیں۔

اے نوجوانوں ! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ان سے اپنے آپ کو بچالو یہ سب کے سب گمراہ ہیں ظلم وزیادتی کر رہے ہیں، مسلمانوں کا ناحق خون بہا رہے ہیں، یا اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے تو تمام مسلمان ممالک کو ان کے شر سے نجات عطا فرما۔ امین

تم یہ بات اچھی طرح جان لو کہ اس (اللہ) کی بات قرآن مجید ہے اور سب سے بہترین ہدایت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے، اور سب سے برے کام دین میں نئے ایجاد کیے گئے کام ہیں اور بدعت گمراہی ہے اور تم مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑے رکھو، کیونکہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے، اور جو الگ ہو گیا اس کو آگ میں الگ کر دیا جائے گا۔

اور اللہ کے بندے محمد ﷺ پر درود و سلام بھیجا کرو، اللہ سبحانہ و تعالی اور اس کے فرشتے بھی اس پر دودو سلام بھیجتے ہیں ، ایمان والو! تم بھی اس پر درود و سلام بھیجو خوب درود و سلام بھیجو۔"

② الشیخ سلیمان السحیمی حفظہ اللہ تعالی کا فتوی :

مشہور سعودی عالم شیخ صالح السحیمی حفظہ اللہ سے داعش کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے اس پر تفصیلی جواب دیا۔ شیخ کی یہ گفتگو عربی میں " واللہ الذي لا إله إلا هو لا يجوز لمسلم أن يحب داعش ولا أن يبايعهم" کے عنوان سے شائع ہوئی۔ شیخ حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس بات میں کوئی شک نہیں کہ دنیاو آخرت کی بھلائی صرف اور صرف اسی چیز میں ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی پیروی کرنے میں اور جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل کیا ہے۔ اللہ عزوجل نے حضرت محمد ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا، اور ان پر دین کو مکمل کر دیا، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ کے دین کو سمجھنے کا حق ادا کیا، پھر ٹھیک ٹھیک اس پر عمل کیا اور انہوں نے اس سرزمین کو خیر وبرکات سے بھر دیا، لوگ فوج در فوج مشرف باسلام ہونے لگے ، دریں اثناء ایک ایسی لوگ ظاہر ہوئے جنہوں یہ باور کروایا کہ ہم اس دین کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ مخلص اور زیادہ غیرت مند ہیں ، خبر دار !!!یہی لوگ خوارج ہیں۔

یہ لوگ ہر زمانے میں ظاہر ہوتے رہے ہیں ، اور جب بھی یہ اپنا سر نکالنے کوشش کرتے ہیں تو کاٹ دیا جاتا ہے ان کے پہلے اور آخری کی وہی صفات ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہیں۔ یہ کم عمر ہوں گے ، کم عقل ہوں گے ، ساری دنیا کی بہترین باتیں کریں گے ، قرآن کی تلاوت کریں گے اور سمجھیں گے کہ یہ ہمارے حق میں ہے حالانکہ یہ قرآن ان کے خلاف ہو گا، ان کا ایمان ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا، مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ جو بھی ان کی مخالفت کرے گا تو وہ کافر ہو جائے گا، اور

اسے یہ ختم کر دیں گے، اس کا خون حلال سمجھ لیں گے، اس کا مال غنیمت اور اس کی عورتیں لونڈیاں بنالیا جائیں گی۔

ایک دن انہی کے ایک ساتھی نے مجھے حج کے موقع پر کہا کہ: تمہارا ان حجاج کے بارے میں کیا خیال ہے جو تقریباً تین لاکھ ہیں ان میں سے ایک بھی اللہ کو نہیں پہچانتا۔

میرے بھائیو! یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کے اوائل کو یعنی علی رضی اللہ عنہ کی بھی تکفیر کی، کیونکہ انہوں نے لڑائی کرنے کے بعد مال غنیمت اور قیدی نہیں بنائے تھے، تو یہ ان لوگوں کی گمراہ سوچ ہے۔

یہی لوگ داعش میں بھی موجود ہیں، خوارج کی ان تمام صفات ان میں پائی جاتی ہیں، یہ سارے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہیں، امت مسلمہ کے لئے شدید نقصان دہ ہیں، شرعی جہاد کو امت مسلمہ سے اوجھل کیا جارہا ہے، اپنے ہتھیاروں کو اہل السنۃ پر سونتے ہوئے ہوتے ہیں صرف اس دلیل کی بنا پر کہ وہ مرتد ہو چکے ہیں منافق ہو گئے ہیں، اور ان کا قتل یہود و نصاری کے قتل سے زیادہ اہم ہے۔

گزشتہ رمضان المبارک میں یہودیوں نے غزہ پر حملہ کیا، مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا، حالانکہ یہ داعش تنظیم عراق اور شام میں ہونے کے باوجود فلسطینی مسلمانوں کی حمایت کے لئے کھڑی ہوئی؟؟؟ بالکل بھی توجہ نہیں کی بلکہ یہ تو سعودیہ دولۃ التوحید والسنۃ کی حدود پر چڑھ دوڑے۔ رمضان المبارک کے پہلے پہلے جمعۃ کے دن عین نماز جمعہ کے موقع پر ان لوگوں نے حملہ کیا، کیونکہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ تمام سعودی افواج جمعۃ المبارک کی نماز ادا کرتے ہیں، انہوں نے کار بم دھماکا کیا اور شہر میں داخل ہو گئے، فساد پھیلانے کی کوشش کی لیکن اللہ عزوجل نے انہیں ذلیل و رسوا کیا۔

ادھر یمن میں اہل السنہ کو حوثی روافض شہید کر رہے ہیں اور القاعدہ یمن میں اپنی تمام ہتھیاروں سمیت موجود ہے، ایک مرتبہ بھی اہل السنہ کی حمایت کے لئے کھڑے نہیں

ہوئے بلکہ ان پر ہنستے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ میں ان جیسے لوگوں سے خیر کو کیسے تلاش کروں جو علماء کے مخالف ہیں، اعتدال پسندی سے بالکل خالی ہیں۔

میرے بھائیو! ان کی دلفریب باتوں کی مٹھاس سے بالکل بھی دھوکا نہیں کھانا چاہیے تحقیق رسول اللہ ﷺ نے انہی کے بارے فرمایا: یہ باتیں تو بڑی خوبصورت کریں گے لیکن کام بہت برے کریں گے۔ اب وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم خلافت کا قیام چاہتے ہیں، ہم اللہ کی شریعت کو مسلمانوں پر نافذ کرنا چاہتے ہیں، اللہ کی قسم جو وحدہ لاشریک ہے، اللہ کی قسم جو وحدہ لاشریک ہے، اللہ کی قسم جو وحدہ لاشریک ہے، کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ ان سے محبت کرے، اور نہ ہی ان کے لئے دعا کی جائے البتہ ہدایت کی دعا کی جاسکتی ہے۔ اور نہ ہی کسی مسلمان کے لئے کسی بھی علاقے میں ان کی بیعت کرنا جائز ہے، اور باقی یہ کہ میں اللہ کی تعریف بیان کرتا ہوں، تم اپنے اپنے علاقوں میں ہی رہو اور اللہ کی نافرمانی علاوہ اپنے حکام کی اطاعت کرو، نیز ان کی خیر خواہی اور ان کو نصیحت بھی کی جائے اور ان کو توحید و سنت کے قریب کیا جائے، انہی سے آپ خیر میں رہیں گے ان شاءاللہ۔"

③ محدث المدینہ الشیخ عبدالمحسن العباد حفظہ اللہ کا فتوی:[233]

مشہور و معروف سعودی عالم دین شیخ محسن العباد حفظہ اللہ جو کہ مدینہ منورہ کے جامعہ کے محدث ہیں، نے کہا:

"کچھ سالوں قبل عراق میں ایک فرقہ نے جنم لیا جس نے شام و عراق میں اپنے آپ کو اسلامی حکومت سے متعارف کرایا. اور اس فرقے کی شہرت چار حروف والے کلمہ "داعش" سے ہوئی. اور یہ چاروں حروف چار ممالک کی طرف نشاندہی کرتے ہیں. جس کی زعامت اور سرداری کے پہنچے یہ لوگ لگے ہوئے ہیں. ان عاشقان ملک و خلافت میں سے

---

[233]۔ یہ فتوی عربی میں "فتنة الخلافة الداعشية العراقية المزعومة" کے نام سے شائع ہوا ہے۔

کوئی ابو فلان الفلانی ہے تو کوئی ابو فلان ابن فلان، کوئی اپنے شہر تو کوئی اپنے قبیلہ کی طرف منسوب ہے جیسا کہ بد باطن اور مجہولین عام طور سے کیا کرتے ہیں۔

سوریا کی موجودہ جنگ کے ایک مدت گزرنے کے بعد اس فرقہ کے بہت سارے لوگ حکومت سے عدم جنگ کے نام پر شام میں داخل ہوئے، مگر ان لوگوں نے حکومت کے برسرپیکار سنیوں کا کھلم کھلا خون بہایا۔ ان کی ایسی خونریزی کی، اور چاکو سے ایسے ذبح کیا جس سے سن کر روح کانپ جاتی ہے۔

ابھی شروع رمضان میں اس باطل فرقے نے اپنا نام تبدیل کر کے "الخلافہ الاسلامیہ" کہہ لیا اور اس فرقہ کے خلیفہ جس کو ابو بکر البغدادی کہا جاتا ہے "موصل" کی ایک مسجد میں خطبہ دیتے ہوئے کہا:

"میں تمہارا والی متعین کیا گیا ہوں، حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں"

سچ ہے وہ محکوم سے بہتر نہیں ہے، اس لیے کہ اگر اس کے حکم اور اس کے ایماء پر یہ قتل وخون اور انسانوں کو بیل بکریوں کی طرح ذبح کیا ہے جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی، تو یقینا یہ اس کا بدترین فعل ہے اور پیارے نبی ﷺ نے فرمایا:

"جو کسی کو راہ راست کی طرف بلاتا ہے تو اس کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا اس پر چلنے والے کو اور ان میں سے کسی کے ثواب میں کمی بھی نہیں ہوتی۔ اسی طرح جو کسی کو راہ بد کی طرف بلاتا ہے تو اس کو اس پر چلنے والے کے برابر گناہ ملتا ہے اور کسی کے گناہ میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی" (234)

مذکورہ جملہ جس کو بغدادی نے اپنے خطبہ کے دوران دوہرایا، یہ وہ تاریخی جملہ ہے جس کو سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو کہ اس امت کے سب سے پہلے خلیفہ تھے، انہوں نے اپنی خاکساری اور تواضع کی بناء پر کہا تھا جبکہ صحابہ کرام کو دلیل وبرہان اور وہ عینی شہادت کے بنیاد پر معلوم تھا کہ اس امت کا سب سے بہتر اور برتر انسان ابو بکر

---

[234]- رواہ مسلم : 6804

رضی اللہ عنہ ہیں جبکہ اس فرقہ اور اس کے مزعوم خلیفہ کے بہتری اسی میں ہے کہ وہ اپنا اور اپنے اعمال کا جائزہ لے، راہ راست کی طرف پلٹے، قبل اس کے کہ وہ دیگر جماعتوں اور فرقوں کی طرح راکھ کی طرح ہوا کے دوش پر منتشر ہو جائے اور اس کا نام و نشان مٹا دیا جائے۔

افسوس کی بات ہے کہ اس مزعوم خلافت کے فتنے نے بلاد حرمین کے بعض نونہالوں کو بھی متاثر کیا ہے۔ ان کی خوشی ایسے ہی ہے جیسے کہ کوئی پیاسا ریتلی زمین کو دیکھ کر پانی کے دھوکہ میں پڑ جاتا ہے۔ اور بعض نے تو اس مجہول خلیفہ کی بیعت کی بات بھی کی ہے، بھلا بتلایئے جس نے عام مسلمانوں کی تکفیر، ان کے بدترین قتل کا ارتکاب کیا، کیا اس سے کسی خیر کی امید کی جا سکتی ہے؟ ایسے تمام نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ ہر مداری اور گھڑیال کے آنسو بہانے والے کے پیچھے بھاگنے سے بچیں۔ اور اپنے ہر معاملات میں کتاب و سنت اور سلف صالحین کی طرف رجوع کریں۔ جو ہر خیر کا چشمہ اور کامیابی کا ضامن ہے۔" [235]

235۔ یہ فتوی عربی میں "فتنة الخلافة الداعشية العراقية المزعومة" کے نام سے شائع ہوا ہے۔

(2) داعش کے خارجی ہونے پر انہی کی ہم فکر جماعت القاعدہ کے فتاویٰ

دوسرے تو اپنی جگہ، داعش کے خارجی ہونے کے فتوے القائدہ جیسی تکفیری فکر کی جماعت نے بھی جاری کر دیے ہیں۔ القاعدہ کے تکفیری منہج پر جید اہل السنہ کے علماء نے بہت کچھ لکھا ہے۔ لیکن یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ جب داعش نے القاعدہ کیخلاف قتال شروع کیا تو القاعدہ کے حامی تکفیری مفتیوں نے انہیں بنیادوں پر داعش کے خارجی ہونے کے فتوے دیئے، جن وجوہات کی بنیاد پر اہل السنہ علما القاعدہ کو خوارج کہتے تھے۔ یہاں ہم القاعدہ سے پوچھتے ہیں کہ ٹھیک ہے داعش خارجی ہے لیکن یہ بتاؤ تمہارا اپنے بارے کیا خیال ہے؟ کیا تم نے اس سے پہلے سعودی عرب، پاکستان اور دیگر مسلم خطوں کے مسلم حکام اور بعض کے عوام اور علما کی تکفیر نہیں کی؟ داعش کا فساد پھیلانا بیشک قابل تردید ہے لیکن جو فساد القاعدہ کی وجہ سے مسلم ممالک میں پھیلا اس کا کیا ہو گا؟ یا تمہارے نزدیک صرف وہ خارجی ہے جو القاعدہ سے قتال کرے۔ باقی القاعدہ خود جتنی مرضی خوارج کی فکر کی حامل ہو اسے کوئی فرق نہیں پڑتا!۔ اور خود داعش بھی تو القاعدہ کے بطن سے پیدا ہوئی ہے۔ یہ انہیں کی بگڑی اولاد ہیں۔ بہر حال یہاں ہمارا موضوع القاعدہ نہیں۔ یہاں کچھ ایسے لوگوں کے فتاوی پیش کئے دیتے ہیں جو القاعدہ کے نزدیک معتبر جاتے ہیں تاکہ قارئین کو یہ اندازہ ہو سکے کہ اس داعش کی خارجیت کی کیا "شدت" ہو گی کہ جسے القاعدہ جیسی تکفیری اور شدت پسند تنظیم بھی خارجی کہنے پر مجبور ہے۔

① القاعدہ کے تکفیری مفتی شیخ ابو قتادہ فلسطینی کا داعش کے متعلق فتویٰ:

القاعدہ کے تکفیری مفتی ابو قتادہ فلسطینی نے داعش کے متعلق یہ الفاظ کہے:

"انکا عظیم مقصد صرف جہاد کو تباہ کرنا ہے اور اسکی بھلائی انہیں مقصود نہیں ہے۔ ان الفاظ کا مخاطب "الدولۃ الاسلامیہ فی العراق کی قیادت اور شام میں انکی شاخ ہے"۔ مجھے اس پر مکمل

شرح صدر حاصل ہوچکی جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ یہ گروہ (الدولۃ الاسلامیہ) بمعہ اسکی عسکری و اسلامی قیادت کے "جہنم کے کتے" ہیں اور انکے اعمال اس پر گواہی دیتے ہیں اور وہ رسول اللہ ﷺ کی اس تعریف پر سب سے زیادہ پورا اترتے ہیں جو کہ احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ "وہ مسلمانوں کو ماریں گئیں اور کافروں کو چھوڑ دیں گئیں۔اللہ کی قسم! اگر میں انہیں پالوں تو قوم عاد کی طرح قتل کروں"۔ میں انکے بدترین اعمال کیوجہ سے اس فتوی کو دینے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا۔ میں نے انہیں سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی حتی کے انہوں نے نصحیت، سچائی ورہنمائی کوماننے سے انکار کر دیا۔"[236]

② القاعدہ کے تکفیری مفتی شیخ ابو محمد المقدسی کا داعش کے متعلق فتوی

اسی طرح القاعدہ کے ایک اور تکفیری مفتی ابو محمد المقدسی نے داعش کے متعلق کہا:

" میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ تنظیم الدولۃ الاسلامیہ فی العراق والشام ایک گمراہ جماعت ہے جو حق سے دور ہے، یہ مجاہدین کے خلاف ظالموں میں سے ہیں۔ یہ غلو کی طرف جھکاؤ رکھتے ہیں۔ یہ ناحق خون بہانے میں خود کو الجھاتے ہیں، ان کے اموال کو غصب کرتے ہیں، ان کو مالِ غنیمت سمجھتے ہیں، اور ان علاقوں پر جو انہوں نے بشاری نظام سے لیے ہیں اس کے اندر قبضہ گیری بھی کرتے ہیں۔ اس گروہ نے جہاد اور عظیم مجاہدین کے نام کو بدنام کیاہے۔ انہوں نے مرتدین اور محاربین سے لڑنے کی بجائے اپنے ہتھیاروں کا رخ مجاہدین

---

[236]- یہ اقتباس ابو قتادہ فلسطینی کے ایک فتوی سے لیا گیا ہے جو اس نے تاریخ:82 جمادی الآخری 5341ھ کو جیل سے تحریر کیا۔ پورا فتوی اس لنک پر دستیاب ہے۔
http://www.gulfup.com/?agNbFw

اور مسلمین کی طرف پھیر دیا ہے اور جو ان کی دوسری محفوظ شدہ انحرافات ہیں، وہ اس کے علاوہ ہیں۔"[237]

③ القاعدہ کے تکفیری مفتی ابو بصیر طرطوسی کا داعش کے متعلق فتوی:

القاعدہ کے تکفیری مفتی ابو بصیر طرطوسی نے داعش کے متعلق یہ الفاظ کہے:

"میں اس چیز کا اعلان کرتا ہوں کہ جماعت الدولۃ شدت پسند خوارج ہیں، بلکہ انہوں نے تو اپنے قدیم خوارج کو بھی اپنے اخلاق اور عمل میں پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ انہیں نے شدت پسندی، ظلم، بربریت اور معصوم خون کے بہانے کو جمع کر لیا ہے۔ تمام مستند احادیثِ رسول ﷺ جن کے اندر خوارج کا ذکر ہے، وہ ان پر لاگو ہوتی ہیں اور ان لوگوں پر بھی جو ان کے ساتھ مماثلت رکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: 'خوارج جہنم کے کتے ہیں' (صحیح سنن ابن ماجہ: ۱۴۳)" [238]

---

[237] یہ فتوی ابو محمد المقدسی نے رجب، ۱۴۳۵ھ بمطابق مئی، ۲۰۱۴ء کو دیا پورا فتوی یہاں دستیاب ہے، اردو لنک: http://justpaste.it/maqdasi2

[238] یہ فتوی ابو بصیر طرطوسی نے 15 جنوری 2014 کو دیا جو کہ عربی میں " بيان حول ما يجري من اقتتال بين جماعة الدولة ومجاهدي الشام" کے نام سے شائع ہوا۔

(3) داعش کے خارجی ہونے پر شامی تحریکوں کی متفقہ علما کمیٹی کا فتوی

کیا تنظیم الدولۃ (داعش) خارجی گروہ ہے؟۔ ھیئۃ الشام الاسلامیہ (شامی جماعتوں) کی علماء کمیٹی کا فتوی[239]

ھیئۃ الشام الاسلامیہ سے سوال کیا گیا:

کیا تنظیم (دولۃ) کو خوارج کے گروہ میں شامل کرنا درست ہے، جبکہ خوارج تو وہ تھے جو کبیرہ گناہوں پر تکفیر کرتے تھے اور تنظیم (دولۃ) کبیرہ گناہوں پر تکفیر کرنے کی رائے نہیں رکھتی ہے، اور خوارج تو وہ تھے جنہوں نے مسلمانوں کے امام کے خلاف خروج کیا، اور شام یا عراق میں مسلمانوں کا کوئی امام نہیں ہے، بلکہ یہاں کے حکام تو اہل سنت کے ساتھ مخالفانہ رویہ رکھتے ہیں؟

پھر وہ کس طرح خوارج ہو سکتے ہیں جبکہ انہوں نے شریعت کو تھام رکھا ہے، عراق اور شام میں جہاد کر رہے ہیں، اور شریعت کی حاکمیت کا مطالبہ کرتے ہیں؟

جواب:

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ، وبعد:

خوارج امتِ اسلامیہ پر ایک خطرناک اور شر انگیز گروہ ہے، اس لیے سنتِ نبوی ﷺ میں ان کی مکمل نشانیاں بیان کی گئی ہیں تا کہ یہ لوگوں پر اپنے معاملہ پر لوگوں

---

[239] یہ فتوی عربی میں "هل تنظيم (الدولة الإسلامية) من الخوارج" کے عنوان سے ھئیہ الشام الاسلامیہ کی جانب سے بتاریخ 27 رمضان 1435ھ - الموافق 24 جولائی 2014 کو شائع کیا گیا۔

کو دھوکا نہ دے سکیں، اور ان نشانیوں کا تنظیم (دولۃ) پر شدید تر انداز سے لاگو ہوتی ہیں ۔ شرعی دلائل میں اس کا ذکر نہیں ملتا کہ خوارج کا مسلمانوں کے امام کے خلاف مسلح بغاوت یا خروج کرنا شرط ہے، یا خوارج کا کبیرہ گناہوں پر تکفیر کرنا کوئی لازمی چیز ہے، یہ اصول اور تعریفات جن کا ذکر اہل علم کی جانب سے خوارج کے لیے کیا گیا ہے یہ صرف خوارج کے قریب ترین ہونے کی نشانیوں کے طور پر بیان کیا جاتا ہے، یہ (فرقہ) خوارج کی صفات کے تناظر میں علمی اعتبار سے بیان ہوئے ہیں، اور اس میں مندرجہ ذیل سمجھنے کے قابل ہیں:

پہلی بات: خوارج کی تعریف اور کسی گروہ یا فرقہ کو خارجی قرار دینے کے لیے معتبر قاعدہ اور فیصلہ کن بات وہی ہے جو کتاب و سنت میں مذکور ہے۔ سنت نبوی نے خوارج کی صفات اتنی وضاحت سے بتائی ہیں کہ کسی دوسرے گروہ کی صفات اتنی تفصیل سے نہیں بتائیں کیونکہ یہ لوگ بہت خطرناک ہیں اور عام لوگ ان کے بارے میں دھوکا کھا جاتے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی اور اہم نشانیاں: تکفیر کرنا، مخالفین کا قتل جائز سمجھنا، قرآن و سنت کی عبارات کو صحیح طور نہ سمجھنا، جلدی غصہ کر جانا، بے وقوف ہونا، کمسن ہونا لیکن گھمنڈ اور فخر و غرور سے بھرپور ہونا۔

دوسری بات: بہت سے علماء نے یہ لکھا ہے کہ "کبیرہ گناہ کے مرتکب" کی تکفیر تمام خوارج کی صفت نہیں ہے اور نہ ہی خارجی ہونے کے لیے شرط ہے کہ وہ کبیرہ گناہ کرنے والے کی تکفیر کرتا ہو، بلکہ جو بھی ناحق مسلمانوں کی تکفیر کرے اور انہیں قتل کرنا جائز سمجھے، تو چاہے مرتکب کبیرہ گناہ کے کافر ہونے کا اعتقاد نہ بھی رکھتا ہو، وہ خوارج میں شامل ہے۔

حدیثِ نبوی میں ان کی ایک صفت یہ بیان ہوئی ہے کہ یہ مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ علماء کا کہنا ہے کہ اس قتل کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے مخالفین پر ناحق کفر و ارتداد کا حکم لگاتے ہیں۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انہوں نے اپنی جماعت سے نکلنے والے مسلمانوں کو کافر قرار دے دیا تو ان کے قتل کو جائز سمجھ لیا۔“ (240)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”خوارج کے دین کا بڑا حصہ اس بات پر مشتمل ہے کہ مسلمانوں کی جماعت سے دور رہا جائے اور ان کے مال و جان کو لوٹنا جائز سمجھا جائے۔“ (241)

دوسری جگہ فرماتے ہیں: ”یہ لوگ اپنے اس عقیدہ کی بناء پر کہ اہل قبلہ مرتد ہو چکے ہیں، ان کے قتل کو اس سے زیادہ جائز سمجھتے ہیں جتنا ان کفار کے قتل کو جائز سمجھتے ہیں جو مرتد نہیں ہیں۔“ (242)

علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ان لوگوں نے کتاب اللہ کی اپنی من مانی تاویل کی بناء پر مسلمانوں کا خون بہانا جائز سمجھ لیا، گناہوں کی وجہ سے انہیں کافر ٹھہرایا اور تلواریں لے کر ان پر چڑھ دوڑے۔“ (243)

امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف خروج کرنے والے خوارج زنا، چوری اور شراب نوشی جیسے گناہوں کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے تو انسانوں کو اپنا جج بنانے اور ان کا فیصلہ قبول کرنے کی بناء پر تکفیر کی تھی، اگرچہ حقیقی طور پر یہ کوئی گناہ نہیں ہے۔ انہوں نے علی، معاویہ، دونوں فیصلہ کرنے والے صحابہ اور اس عمل پر راضی سب صحابہ رضی اللہ عنہم اور دیگر لوگوں کی کھلم کھلا تکفیر کی اور ان کے قتل کو جائز قرار دیا۔ ان کی اس حرکت کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں خوارج کا لقب دیا جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی کی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان

---

(240) المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم: 84/9
(241) الفتاویٰ: 209/13
(242) الفتاویٰ: 497/28
(243) الاستذکار: 499/2

سے یہ نہیں پوچھا تھا کہ بقیہ گناہوں کے بارے میں تمہارا کیا نظریہ ہے؟ ان کی وجہ سے تکفیر کرتے ہو یا نہیں؟

بلکہ "نجدات" جو اہل علم کے اتفاق کے مطابق خوارج کے سرغنہ تھے، وہ بھی کبیرہ گناہ کے مرتکب کو کافر قرار نہیں دیتے تھے۔ امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ خوارج کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "خوارج کا اجماع ہے کہ مرتکبِ کبیرہ گناہ کافر ہے۔ لیکن نجدات کا یہ موقف نہیں ہے۔" (244)

لہٰذا خوارج کی عمومی صفت جو سب میں پائی جاتی ہے، وہ ناحق مسلمانوں کی تکفیر اور اس وجہ سے ان کے قتل کو جائز سمجھنا ہے۔

اس تکفیر کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً: کبیرہ یا صغیرہ گناہ کرنے کی وجہ سے تکفیر، یا ایسے کام کی وجہ سے تکفیر جو بالکل بھی گناہ نہیں ہے، یا گمان اور اندازے لگا کر، شبہات اور محتمل امور کی وجہ سے تکفیر، یا ایسے معاملات کی وجہ سے تکفیر جن میں اختلاف اور اجتہاد ہو سکتا ہو، یا تکفیر کی شروط کو پورا کیے اور رکاوٹوں کو دور کیے بغیر تکفیر۔(245)

---

(244) مقالات الإسلامیین: 86/1

(245) بلکہ خوارج میں ایک فرقہ قعدہ یا قعدیہ کے نام سے مشہور ہے۔ ان کا یہ نام قتال سے رکنے کی وجہ سے ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں لکھتے ہیں: "قعدیہ خوارج کا ایک گروہ ہے جن کی رائے تو وہی ہے جو دیگر خوارج کی ہے، لیکن وہ بغاوت نہیں کرتے، البتہ اسے مزین کر کے پیش کرتے ہیں۔ (فتح الباری: ص610، المقدمۃ مطبوعہ دار السلام الریاض)" حافظ صاحب اپنی دوسری کتاب تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں: "قعدہ خوارج کا ایک گروہ ہے جو خود تو جنگ نہیں کرتا، لیکن ظالم حکمرانوں کی حسبِ استطاعت مذمت کرتا ہے۔ یہ لوگوں کو اپنی دعوت دیتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ بغاوت کو شہ بھی دیتے ہیں اور خوبصورت بنا کر بھی پیش کرتے ہیں۔" (تہذیب التہذیب: عمران بن حطان بن ظبیان کے تحت)

اہل علم نے انہیں خوارج کا ہی نام دیا ہے اور انہیں خوارج کا ایک گروہ قرار دیا ہے اگرچہ یہ براہِ راست لڑائی نہیں کرتے اور نہ حکمران کے خلاف بغاوت کرتے ہیں۔ اور اسی طرح ذوالخویصرہ جس نے

جب علماء نے کبیرہ گناہ کے مرتکب کی تکفیر کرنے والوں کو خوارج قرار دیا ہے تو صغیرہ گناہوں، اجتہادی امور میں غلطی کرنے والوں یا مباح کام کرنے والوں، مثلاً: کفار کے ساتھ بیٹھنے اور ان سے خط وکتابت وغیرہ جیسے کام کرنے والوں کی تکفیر کرنے والوں کو کیا نام دیا گیا ہو گا؟

تیسری بات: شرعی نصوص (قرآن وسنت کی عبارات) میں خوارج کی ایسی کوئی شرط نہیں ہے کہ وہ مسلم حکمران کے خلاف بغاوت کریں گے۔ بلکہ جو شخص بھی خوارج سے متفق ہو گا، چاہے وہ مسلمان حکمران کے خلاف بغاوت کرے یا نہ کرے، خوارج میں ہی شمار ہو گا۔

دراصل حکمرانوں کے خلاف بغاوت ناحق تکفیر اور مسلمانوں کے قتل کو جائز سمجھنے کی وجہ ہوتی ہے۔ اگر خوارج کے سامنے کوئی حکمران ہوتا ہے تو اس کے خلاف بغاوت کر دیتے ہیں اور جان ومال کو لوٹنا شروع کر دیتے ہیں۔ اگر حکمران نہیں ہوتا تو مسلمان عوام، مجاہدین، علماء اور داعی حضرات کو قتل کرنے لگتے ہیں۔

چنانچہ ان کا نام ''خوارج'' احکامِ دین سے باہر نکلنے اور مسلمانوں کی جماعت کو توڑنے کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

«سَيَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا، لِمَنْ قَتَلَهُمْ عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

نبی ﷺ پر اعتراض کیا تھا۔ اس نے کسی کے خلاف کوئی تلوار نہیں اٹھائی تھی۔ لیکن خوارج والے عقائد ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ نے اسے خارجی کہا اور صحابہ کو متنبہ کیا۔

بلکہ بہت سے اہل علم نے تو انہیں خبیث ترین خوارج کا نام دیا ہے کیونکہ یہ عام لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کرتے ہیں اور معاملہ کو ان پر خلط ملط کرتے ہیں۔ امام ابو داؤد نے اپنی کتاب «مسائل الإمام أحمد» میں عبد اللہ بن محمد ابو محمد الضعیف کا قول نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ''خوارج کا قعدہ نامی گروہ خبیث ترین خوارج ہیں۔'' (362/1)

اخیر زمانہ قریب ہے جب ایسے لوگ مسلمانوں میں نکلیں گے جو نو عمر بیوقوف ہوں گے (ان کی عقل میں فتور ہو گا) ساری خلق کے کلاموں میں جو بہتر ہے، وہ بات کہیں گے۔ قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ دین سے اس طرح باہر ہو جائیں گے جیسے تیر شکار کے جانور سے پار نکل جاتا ہے۔ (اس میں کچھ لگا نہیں رہتا) تم ان لوگوں کو جہاں پانا، بلا جھجک قتل کرنا، کیونکہ ان کو قتل کرنے کا اللہ کی طرف سے قیامت کے دن ثواب ملے گا۔ (246)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''دین سے خارج ہونے اور بہترین مسلمانوں کے خلاف بغاوت کی وجہ سے انہیں خوارج کا لقب دیا گیا ہے۔'' (247)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ان لوگوں کو جماعت سے خروج کی وجہ سے خوارج کا نام دیا گیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جماعت کے راستہ سے ہٹنے کی وجہ سے یہ نام دیا گیا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل فرمان کی وجہ سے یہ نام دیا گیا ہے کہ: «يخرج من ضئضئ هذا» ''اس (ذوالخویصرہ) کی نسل سے کچھ لوگ نکلیں گے۔'' (248)

تاتاریوں کے بارے میں جب لوگوں میں اختلاف پیدا ہوا کہ انہیں کیا کہا جائے تو امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں خوارج کا لقب دیا، حالانکہ انہوں نے کسی حکمران کے خلاف بغاوت نہیں کی تھی۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''تاتاریوں سے قتال کس ذیل میں آتا ہے؟ اس بارے میں لوگوں کے ہاں گفتگو ہو رہی ہے کیونکہ یہ اسلام کا اظہار کرتے ہیں اور حکمران کے خلاف باغی بھی نہیں۔ کیونکہ انہوں نے کبھی خلیفہ کی اطاعت قبول ہی نہیں کی کہ پھر اس سے ہاتھ اٹھالیا ہو۔

---

(246) صحيح البخاري: 6930، صحيح مسلم: 1066

(247) فتح الباري: 283/12

(248) شرح النووي: 164/7

اس بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: ''ان کا تعلق انہی خوارج سے ہے جنہوں نے علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ وہ ان دونوں سے خلافت کے زیادہ حق دار ہیں۔ اور اِن لوگوں کا بھی یہی خیال ہے کہ یہ لوگ قیامِ حق کے مسلمانوں سے زیادہ حق دار ہیں۔'' (249)

بات تو یہاں تک پہنچی ہوئی ہے کہ اگر خوارج کوئی ریاست بھی قائم کرلیں تو پھر بھی خوارج ہونے سے بری نہیں ہوسکتے۔ اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ خوارج ہمیشہ مملکتوں اور ریاستوں کا قیام عمل میں لاتے رہے ہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض تو خلافت کے بھی مُدَّعِی رہے ہیں۔ لیکن جب تک یہ لوگ مسلمانوں کی تکفیر کرتے رہیں گے اور ان کے قتل کو جائز سمجھتے رہیں گے، صرف حکومت پر قابض ہو جانے کی وجہ سے انہیں خوارج نہ ہونے کی سند نہیں دی جاسکتی۔

چوتھی بات: داعش سے بہت سے ایسے اقوال وافعال سرزد ہو چکے ہیں جن کا لازمی تقاضا ہے کہ انہیں خوارج اور نبوی منہج سے منحرف قرار دیا جائے۔ مثلاً:

① تمام مسلمان ممالک پر کفر وارتداد کا فتویٰ اور تمام مسلمانوں کو اپنے زیر اثر خطوں کی طرف ہجرت کرنے کا حکم۔

② اپنے مخالفین پر کفر وارتداد کا فتویٰ، انہیں بدمعاش، خیانت کار، شبہ اور غیر کفریہ کاموں، مثلاً: حکومتی اور غیر سرکاری تنظیموں سے معاملات کرنے اور ان کے ذمہ داروں سے ملاقات کی بناء پر انہیں کفار کے ایجنٹ کہنا۔

③ اپنے منہج کے مخالفین اور اپنی موہوم سلطنت کے سامنے نہ جھکنے والوں سے لڑائی کو جائز قرار دینا۔ انہوں نے مسلمانوں کو پکڑا، انہیں جیلوں میں ڈالا، قتل کیا، سزائیں دیں، مجاہدین کے کیمپوں میں اپنے جاسوس بھیجے جنہوں نے باغیوں، مجاہدین، داعیوں، صحافیوں اور

---

(249) البداية والنهاية: 28/14

مخنتی لوگوں میں سے سرکردہ کو قتل کیا جنہیں عراق وشام کی (رافضی) حکومتیں بھی ختم نہ کر سکی تھیں۔ انہوں نے مسلمانوں سے اتنی جنگ کی، جتنی دشمنوں سے بھی نہیں کی۔

دراصل یہ سب کچھ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کے عین مطابق تھا کہ خوارج:

«يَقْتُلُونَ أَهْلَ الإِسْلاَمِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الأَوْثَانِ».

مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو کچھ نہیں کہیں گے۔ [250]

④ ''منحرف جماعتوں سے قتال جائز ہے'' کی آڑ میں مسلمانوں کا مال ناحق لوٹنے اور اسے بحق سرکار ضبط کرنے کو جائز سمجھنا۔ عمومی ذرائع آمدنی یعنی تیل کے کنوؤں اور غلہ کے ذخائر پر قبضہ کرنا اور ان پر برسر اقتدار حکمران کی طرح تصرف کرنا۔

⑤ مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی اختیار کرنا اور صرف اپنے منہج کو حق پر سمجھنا۔ نظریاتی یا عملی پہلوؤں میں اپنے مخالفین پر دین کے دشمن ہونے کا فتویٰ لگانا۔

اس کے ساتھ ساتھ ان کے دعویٰ خلافت اور تمام مسلمانوں پر اپنی بیعت کے وجوب کا فتویٰ بھی ذہن میں رکھیے۔

⑥ ان میں معروف علماء موجود نہیں ہیں جو مسلمانوں کے ہاں قابل اعتماد ہوں۔ یہ وہی صورتحال ہے جس میں ان کے خارجی اسلاف مبتلا تھے۔ ان سے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: ''میں تمہارے پاس نبی کریم ﷺ کے مہاجرین وانصار صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے آیا ہوں۔۔۔ انہی لوگوں کے سامنے قرآن نازل ہوا۔ وہ تم سے زیادہ وحی کو جانتے ہیں۔ انہی کے بارے میں قرآن نازل ہوا۔ ان میں سے ایک بھی تمہارے اندر موجود نہیں ہے۔'' [251]

---

(250) صحيح البخاري: 3344، صحيح مسلم: 1064

(251) المستدرك للحاكم: 2656

ان میں اکثریت نو عمر لڑکوں کی ہے جن پر عجلت اور جوش و جذبہ طاری ہے۔ غور و فکر اور علم کی کمی ہے۔ ذہنی سطح بہت پست اور بصیرت کا فقدان ہے۔ یہ ویسے ہی ہیں جیسے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: «حُدَثَاءُ الأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الأَحْلاَمِ»

کمسن بے وقوف لوگ ہوں گے۔[252]

اہل علم و حکمت کی عدم موجودگی کا ان کے معاملات پر گہرا اثر نظر آتا ہے۔ یہ لوگ بے وقوفی اور طیش کا نمونہ نظر آتے ہیں۔ معاملات کے انجام سے بے خبر اور بے پروا ہیں۔ اسی وجہ سے یہ لوگ کلمہ حق کو بلند کرنے اور اللہ پر بھروسہ کے گمان میں مسلمانوں کو تباہ وبرباد کیے چلے جارہے ہیں۔

⑦ مذکورہ بالا سب باتوں کی وجہ سے اب یہ لوگ اس فخر و غرور اور گھمنڈ میں مبتلا ہو چکے ہیں کہ صرف وہی مسلمان ہیں۔ وہی اکیلے فی سبیل اللہ جہاد کر رہے ہیں۔ وہی جہاد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے طریقوں کو جانتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ لوگ اپنے اقوال وافعال پر بہت فخر و تکبر کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے خوارج کے بارے میں فرمایا تھا: «إِنَّ فِيكُمْ قَوْمًا يَعْبُدُونَ وَيَدْأَبُونَ - يَعْنِي - يُعْجِبُونَ النَّاسَ، وَتُعْجِبُهُمْ أَنْفُسُهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ».

تم میں ایک قوم ایسی آئے گی جو عبادت کرے گی اور دیندار ہو گی، حتیٰ کہ لوگ ان کی کثرت عبادت پر تعجب کیا کریں گے اور وہ خود بھی خود پسندی میں مبتلا ہوں گے۔ وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔[253]

اسی غرور نے انہیں اہل علم و حکمت پر دست درازی کرنے اور ان کی باتیں نہ ماننے پر مجبور کیا ہے۔ یہ لوگ علم و فہم کا دعویٰ کرتے ہیں اور ناتجربہ کاری سے معاملات کا

---

(252) صحيح البخاري: 3611، صحيح مسلم: 1066

(253) مسند أحمد: 12972، مسند انس بن مالك رضي الله عنه انظر،ص: 50

سامنا کرتے ہیں اور اسی زعم میں اپنے اور دیگر تنظیموں کے درمیان جاری جھگڑوں پر کسی کو ثالث بنانے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

⑧ داعش مجاہدین کے خلاف قتال و محاصرہ میں ظالم نصیریوں کی مددگار ہے۔ نصیریوں کے سامنے مجاہدین کی پسپائی اور مجاہدین کے کیمپوں پر نصیریوں کے قبضہ پر انہوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ یہ بھی کوئی بعید از گمان بات نہیں ہے کہ ان میں بہت سے دشمنانِ اسلام گھسے ہوئے ہیں اور ان کے ذریعہ مجاہدین کو اس طرح نقصان پہنچارہے ہیں کہ براہِ راست خود نہیں پہنچاسکتے تھے۔

یوں داعش کی صورت میں ایک مجسمِ شر ہمارے سامنے موجود ہے جو پچھلے خوارج میں بھی نہیں تھا۔ یہ لوگ باطل کے حمایتی ہیں۔ حق اور شرعی عدالتوں کے سامنے جھکنے سے انکاری ہیں۔ جھوٹ، دھوکا، خیانت، وعدوں کی خلاف ورزی اور دشمنانِ اسلام کی طرف جھکاؤ ان کا شعار ہے۔ یہ نصیری حکومت سے بھی زیادہ مسلمانوں کے لیے خطرناک ہیں۔ پچھلے خوارج سے شر، برائی اور انحراف میں یہ کئی گنا آگے نکل چکے ہیں۔(254)

لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ داعش کو خوارج کہنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے اس میں شامل ہر فرد خارجی ہے۔ کیونکہ ان میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ان کی

---

(254) اقدامی جہاد میں کفار و مشرکین پر خوارج سے جہاد کو مقدم کرنے کی بات کئی ایک سلف سے ثابت ہے۔ مثلاً: عاصم بن شُمَیْخ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا جبکہ ان کے ہاتھ بڑھاپے کی وجہ سے کانپ رہے تھے کہ خوارج سے قتال مجھے مشرکین سے قتال سے زیادہ محبوب ہے۔ (مصنف ابن أبي شيبة: 37886باب ما ذكر في الخوارج فيه رجل لم يُسَم)حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن ہبیرہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے: ”ایک حدیث میں ہے کہ خوارج سے قتال مشرکین سے قتال سے اہم ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ خوارج سے قتال کرنا گویا اسلام کے اصل سرمایہ کو محفوظ کرنا ہے جبکہ مشرکین سے قتال نفع حاصل کرنے کے مترادف ہے۔ اور یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ اصل سرمایہ کی حفاظت نفع حاصل کرنے سے اہم ہے۔“(فتح الباري:301/12 باب من ترک قتال الخوارج، ص: 376 جلد نمبر 12 ط۔ دار السلام الرياض تحت رقم: 6933)

حقیقت اور اصلیت سے ناواقف ہوں گے۔ بہت سے دھوکے میں مبتلا ہوں گے۔ لیکن من حیث الجماعت ان سے ہمارا معاملہ ایک جیسا ہی ہو گا۔ ان کے شر کو ختم کرنا ہماری ذمہ داری ہے اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ داعش کا خارجی جماعت ہونا بالکل واضح ہے کیونکہ یہ صحیح عقیدہ سے دور اور مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہیں اور مسلمانوں کے ناحق قتل کو حلال سمجھتے ہیں۔(255)

هيئة الشام الإسلامية :
الخميس 27 رمضان 1435 هـ
الموافق 24 جولائی 2014 م

(255) تفصیل کے لیے یہ فتویٰ ملاحظہ کیجیے: «هل تنظيم (الدولة الإسلامية) من الخوارج؟»
http://islamicsham.org/fatawa/1945

خلاصہ کلام:

اللہ رب العالمین نے اپنے آپ کو سب سے بڑا مہربان کہا ہے: ﴿إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ﴿١٠٩﴾﴾

(بات یہ ہے) کہ جب میرے کچھ بندے یہ کہتے تھے کہ: اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما کیونکہ تو ہی سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔ [المؤمنون: 109]

اپنے رحمت کے ذریعہ ہی اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿الرَّحْمَٰنُ ﴿١﴾ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ﴿٢﴾ خَلَقَ الْإِنسَانَ ﴿٣﴾﴾

بڑا مہربان ہے (جس نے) یہ قرآن سکھایا۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا۔[الرحمن: 3 – 1]

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کو اپنی رحمت کے لیے پیدا کیا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ﴿١١٨﴾ إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ﴾

اور اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی امت بنائے رکھتا مگر وہ اختلاف ہی کرتے رہیں گے۔ سوائے ان لوگوں کے جن پر آپ کا پروردگار رحم کر دے۔ اللہ نے تو انھیں پیدا ہی اسی لیے کیا ہے۔[هود: 119- 118]

① اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو رحمت کرنے کے لیے پیدا کیا ہے:

اگر لغت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا آیت میں ﴿وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ﴾ ''اسی لیے پیدا کیا ہے۔'' کا مطلب یہ ہے کہ رحمت کے لیے پیدا کیا ہے۔

یہ قول سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے۔ فرماتے ہیں: ”رحمت کرنے کے لیے ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا ہے۔“ (256)

رحمت الٰہی کو حاصل کرنے کا محفوظ ترین طریقہ رب تعالیٰ کی سچی اور خالص عبادت ہے۔ فرمان الٰہی ہے:﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔[الذاریات : 56]

لیکن یہ یاد رہے کہ ہمارا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کرنا اللہ پر کوئی احسان نہیں ہے بلکہ یہ تو اللہ کی مہربانی ہے کہ اس نے ہمیں اس کی توفیق دی ہے۔ فرمان الٰہی ہے:﴿مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾

میں ان سے رزق نہیں چاہتا نہ ہی یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ اللہ تو خود ہی رزاق ہے، بڑی قوت والا ہے اور زبردست ہے۔[الذاریات : 58 - 57]

اپنی رحمت کی وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل کیا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾

اور ہم قرآن میں جو کچھ نازل کرتے ہیں وہ مومنوں کے لئے تو شفا اور رحمت ہے مگر ظالموں کے خسارہ میں ہی اضافہ کرتا ہے۔[الإسراء : 82]

مذکورہ بالا دلائل سے معلوم ہوا کہ دین اسلام بذاتِ خود رحمت ہے، اس کا امتیازی نشان ہی رحمت ہے اور اس کے احکام بھی رحمت ہیں۔

(256) تفسیر الطبري : 18729

② ہمارے پیارے نبی ﷺ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں:

تمام جہانوں کے لیے رحمت بن کر آنے والے رسول کریم ﷺ نے مسلمان کا معاملہ دو لفظوں میں یوں بیان کر دیا ہے: «مَنْ لَا يَرْحَمْ لا يُرْحَمْ»

جو کسی پر رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔[257]

ایک اور جگہ فرمایا: «اِرْحَمُوْا تُرْحَمُوْا»

رحم کرو، تم پر رحم کیا جائے گا۔[258]

لیکن تم نے اپنی گھٹیا حرکتوں اور کالے کرتوتوں سے دین اسلام کو ایسا بنا کر پیش کیا ہے کہ گویا یہ تو سختی، پکڑ دھکڑ، مار دھاڑ اور قتل و غارت کا دوسرا نام ہے۔

کتاب میں پیش کردہ حقائق کی بدولت یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ یہ تمہاری بہت بڑی غلطی ہے اور دین اسلام، مسلمانوں اور ساری دنیا کے ساتھ ظلم ہے۔

تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ ان اعمال سے باز آ جاؤ۔ توبہ کرو۔ لوگوں کو تکلیف دینا بند کر دو اور دینِ رحمت کی طرف پلٹ آؤ۔

③ حال ماضی سے کتنا مشابہ ہے:

آج ہمارے گھرانوں اور معاشروں کی صورتحال پر اگر کوئی گہری سوچ بچار کرے تو اسے ایسا محسوس ہو گا کہ گویا یہ تو وہی واقعات سامنے آرہے ہیں جن کے بارے میں امام ابن کثیر (المتوفیٰ 774ھ) نے گزشتہ ادوار کے خارجیوں کا نقشہ کھینچا تھا۔ لکھتے ہیں: ”اس طرح کے لوگ تو پوری انسانیت میں سے ایک عجیب و غریب نمونہ ہیں۔ پاک ہے وہ جس نے جس طرح چاہا، کسی نوع کو پیدا کیا اور اپنے عظیم فیصلہ میں سچ فرمایا اور خوارج کے بارے میں

(257) صحيح البخاري: 8997، صحيح مسلم: 2318

(258) مسند أحمد: 6652، الأدب المفرد للبخاري: 380، مسند عبد بن حميد: 320۔ مزید دیکھیے: سلسلة الأحاديث الصحيحة: 482

بعض اسلاف نے کیا خوب کہا ہے کہ ان کا ذکر اس فرمان الٰہی میں ہے: ﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ﴿١٠٥﴾﴾

آپ ان سے کہئے: کیا ہم تمہیں بتائیں کہ لوگوں میں اعمال کے لحاظ سے سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے کون ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی تمام تر کوشش دنیا کی زندگی کے لئے ہی کھپادی اور پھر وہ یہ بھی سمجھے بیٹھے ہیں کہ وہ بڑے اچھے کام کر رہے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا۔ لہذا ان کے سب اعمال برباد ہو جائیں گے اور قیامت کے دن ہم ان کے لئے میزان ہی نہیں رکھیں گے۔ [الکھف: 105 - 103]

پھر وہ ایک ایک کر کے چپکے سے کھسکنے لگے تاکہ کسی کو ان کے متعلق علم نہ ہو جائے اور وہ انہیں باہر جانے سے روک دے۔ یوں وہ اپنے والدین، خاندان اور رشتہ داروں سے دور چلے گئے اور اپنی جہالت اور علم و عقل کی کمی کی وجہ سے یہ سمجھتے تھے کہ ان کا یہ کام زمین و آسمان کے رب کو راضی کر دے گا۔ انہیں یہ پتہ نہ چلا کہ یہ تباہ کن کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ ہے جسے آسمان سے دھکے کھا کر نکالے گئے شیطان نے انہیں خوبصورت بنا کر دکھایا ہے۔

پھر بعد میں ان لوگوں میں سے کچھ کی اولادیں، بھائی اور قریبی رشتہ دار ان کے پاس آئے اور انہیں ڈانٹ ڈپٹ کر کے واپس لے گئے۔ پھر ان لوٹنے والوں میں سے کچھ لوگوں نے تو استقامت اختیار کی اور کچھ لوگ دوبارہ بھاگ کر خوارج سے جا ملے اور قیامت تک نقصان میں پڑ گئے۔"[259]

(259) البداية والنهاية لابن كثير: 581/10

اس لمبی چوڑی تمہید کے بعد اصل بات ملاحظہ کیجیے۔ چونکہ نبی کریم ﷺ نے شیطان مردود کے بارے میں فرمایا تھا: ”اے ابو ہریرہ! شیطان اگرچہ بہت بڑا جھوٹا ہے، لیکن یہ بات (آیت الکرسی کی فضیلت کے بارے میں) اس نے تمہیں سچ کہی ہے۔“ (260)

لہٰذا یہاں میں ایک روشن خیال نوبل انعام یافتہ ایرانی جج شیریں آبادی کا قول نقل کرتا ہوں جو اس نے داعش کے بارے میں کہا تھا۔ کہتی ہے: ”داعش بموں سے نہیں، کتابوں سے شکست کھائے گی۔“(261)

بالکل ٹھیک کہا کہ کتب سے انہیں شکست ہو گی۔ کتب سے اسلامی رہنما کتابیں مراد ہیں جو دینی رہنمائی اور ثابت شدہ علمی دلائل سے بھرپور ہوتی ہیں۔ ہمارے ان علماء، مشائخ اور اکابر کی کتابیں جنہوں نے ان نظریات کی خطرناکی کو زمانہ قدیم میں ہی محسوس کر لیا تھا اور ہر زمان و مکان میں وہ ان نظریات سے لوگوں کو بچنے کی تلقین کرتے رہے ہیں۔

④ خبردار رہیے۔۔۔!!!

ہمارے لیے یہ بالکل جائز نہیں ہے کہ ہم داعش کی خطرناکیوں، فتنوں اور مصیبتوں کو بھلا دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کی خطرناکیوں سے بھی ہمیں ہوشیار رہنا ہو گا جو ان سے مصیبت، فتنہ اور آزمائش کے اعتبار سے کم نہیں ہیں۔ یعنی:

حربی اور مسلمانوں کے خلاف سازشی کفار کے امام جن میں امریکہ انڈیا اور اسرائیل سر فہرست ہیں۔ یہ بہت خبیث، مکار، دھوکے باز اور فریبی ہیں۔ عمومی طور پر یہ دنیا میں سازشوں کے تانے بانے بنتے رہتے ہیں۔

---

(260) صحيح البخاري: 2311

(261) عموماً عربی اخبارات ورسائل میں اس خاتون کا نام شیرین عبادی نقل ہوتا ہے جو کہ غلط ہے۔ قول کے حوالہ کے لیے دیکھیے: اردنی اخبار «الغد» بتاریخ: 14 دسمبر 2014ء

اے اللہ! اے بزرگی اور عزت کے مالک! ہمارے دشمنوں کے خلاف ہماری مدد فرما۔ ہم پر مہربانی فرما۔ ہمارے دلوں کو جوڑ دے۔ ہمیں بخش دے۔ ہم پر رحم فرما۔ ہمیں معاف فرمادے۔ ہمیں اس حال میں فوت کرنا کہ آپ ہم سے راضی ہوں۔

اے رب کریم! ہمیں ہدایت دے، ہمارے ذریعہ ہدایت دے اور ہدایت حاصل کرنے والوں کے لیے ہمیں سبب بنادے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

آخری بات:

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت سے پہلے ہَرْج ہو گا۔

صحابہ نے پوچھا: ہرج کیا ہے؟

فرمایا: قتل وغارت۔

کہنے لگے: اس تعداد سے بھی زیادہ جتنے ہم قتل کر دیتے ہیں؟ ہم تو ہر سال ستر ہزار سے زیادہ لوگ قتل کر دیتے تھے۔

فرمایا: اس سے مراد مشرکین کو قتل کرنا نہیں ہے۔ بلکہ ایک دوسرے کو قتل کرنا مراد ہے۔

پوچھا: کیا اس موقع پر ہماری عقلیں ہمارے ساتھ ہوں گی؟

فرمایا: اس زمانہ کے لوگوں کی عقلیں چھین لی جائیں گی اور ایسے بیوقوف لوگ رہ جائیں گے جو یہ سمجھیں گے کہ کسی دین پر عمل پیرا ہیں، حالانکہ وہ کسی دین پر عمل پیرا نہیں ہوں گے۔

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! اگر وہ زمانہ آگیا تو میں اپنے اور تمہارے لیے اس سے بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں جانتا اِلّا یہ کہ ہم اس سے اسی طرح نکل جائیں جیسے داخل ہوئے تھے اور کسی کے قتل یا مال لوٹنے میں ملوث نہ ہوں۔ (مسند أحمد: 19492)

فتنوں کے دور میں امید کی اِک کرن

اِدارہ ردّالفتن

www.alfitan.com

مکتبہ ردّ فتن